ہمدرد
نونہال

شہد

فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ

اس میں انسانوں کے لیے
شفا ہے

شہد انسان کے لیے قدرت کا ایک بیش قیمت
عطیہ ہے۔ صحت قائم رکھنے اور جسمانی
نشوونما کے لیے اس لطیف، زود ہضم اور
مقوّی غذا کا کوئی نعم البدل نہیں۔
۴ اونس کے ٹیوب میں
پیک کیا ہوا ہمدرد کا خالص مصفّا شہد
پورے اعتماد سے استعمال کیجیے۔

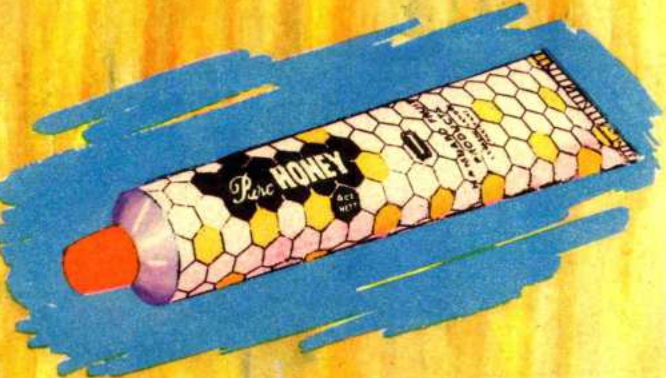

ہمدرد کے ہر سیلز ڈپو، عام دکانوں
اور کیمسٹوں کے ہاں ملتا ہے

بچوں کے لیے ایک نعمت ہے

HAMDARD FRUIT PRODUCTS PAK.
HFP
LAHORE

ٹیلے فون : ۶۱۶۰۰۱ (۵ لائنیں)

ہمدرد نونہال

مجلسِ ادارت

حکیم محمد سعید — صدرِ مجلس

مسعود احمد برکاتی — مُدیر

حکیم محمد یٰسین — مُدیر

ذی الحجہ	۱۳۹۷ھ
دسمبر	۱۹۷۷ء
جلد	۲۵
شمارہ	۱۲

ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ۔ ناظم آباد، کراچی ۱۸

قیمت :

فی شمارہ	۲ روپے ۲۵ پیسے
سالانہ	۲۵ روپے

ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن (پاکستان) نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

اس رسالے میں کیا ہے؟

جاگو جگاؤ	جناب حکیم محمد سعید	۳
صحت کی کچھ قدر کرو (نظم)	جناب شاعر لکھنوی	۶
قومی ہیرو	جناب عبدالغنی شمس	۸
لسی کا گلاس	جناب عشرت رحمانی	۱۱
ایک شخص وہیل کے پیٹ سے زندہ نکلا	جناب احمد خاں خلیل	۱۴
آمر سے نجات	جناب ڈاکٹر یونس حسنی	۱۷
گھنے جنگل کی آغوش	جناب عبداللہ خاور	۲۵
لال گھوڑا	محترمہ فرخندہ لودھی	۳۷
رائٹ برادران	جناب علی ناصر زیدی	۴۹
انجیر کا درخت	جناب علی اسد	۵۵
درخت اور بچہ (نظم)	جناب سمیع الوری	۶۹
معلومات عامہ ۱۴۰۰	جناب عصمت علی پٹیل	۷۲
کارٹون	جناب مشتاق	

نونہالوں نے لکھے

خیال کے پھول	۵
اخبار نونہال	۴۷
نونہال مصور	۷۴
بچل جھڑیاں	۷۹
نونہال ادیب	۸۱
بزم نونہال	۱۰۵

ادارے نے لکھے

ہمارا سرورق	۴
ہمدرد انسائیکلوپیڈیا	۳۱
شامِ ہمدرد	۷۰
صحت مند نونہال	۷۶
صحیح لفظ بنائیے	۷۸
معلومات عامہ کے جوابات	۹۹
حلقۂ دوستی	۱۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

لوگ کہتے ہیں، "نام میں کیا رکھا ہے" لیکن نام میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں اہمیّت کام کی ہوتی ہے، نام کی نہیں۔ کام سے عزّت ہوتی ہے اور کام ہی سے آدمی عزیز ہوتا ہے لیکن نام بھی کچھ کم نہیں۔ انسان نام سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ نام سے بھی عزّت ہوتی ہے۔ ہر آدمی کو اپنا نام پیارا ہوتا ہے، کیوں کہ وہ اس سے پہچانا جاتا ہے۔ ہر ایک اپنا نام سُن کر خوش ہوتا ہے۔

نام سن کر جو خوشی ہوتی ہے اسی کی وجہ سے آدمی چاہتا ہے کہ اس کا نام زیادہ سے زیادہ لیا جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ جانیں، اسی لیے وہ ایسے کام کرتا ہے جن سے اس کا نام مشہور ہو۔ نام مشہور کرنے والے یا نام ور بنانے والے کام وہی ہوتے ہیں جن سے لوگوں کو فائدہ ہو، جو بھلائی کے کام کہلا سکیں اور جن سے خدا خوش ہو۔ جو لوگ نام پیدا کرنا چاہتے ہیں وہی ایسے کام کرتے ہیں۔ نیک کام ہی نیک نام بناتا ہے۔ نام اُونچا کرنے کے لیے اونچا کام کرنا پڑتا ہے۔

تمہارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

ہمارا سرورق

یورپ کا جنگلی ہنس

گرے لیگ گوس گھریلو ہنس کا مورثِ اعلا ہے اور یہ اس سے مِلتا جُلتا بھی ہے۔ اس کے پَروں کی چوڑائی پانچ فیٹ ہوتی ہے، لہٰذا تھوڑے ہنس میں یہ سب سے بڑا ہے۔ اس کا نام انگریزی لفظ لَیگارڈ (LAGGARD) سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پھِسڈّی۔ دوسرے ہنس جب اُڑ جاتے ہیں تو یہ سب سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس کی دو نوں حیثیتیں ہیں، یعنی یہ مستقل طور پر بھی رہتا ہے اور آئس لینڈ سے جاڑے کے موسم میں بھی چلا آتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ واحد قسم کا ہنس ہے جو جزائرِ برطانیہ میں انڈے بچّے دیتا ہے۔ جب انڈے دینے کا موسم نہیں ہوتا تو یہ دریاؤں کے دہانوں اور میٹھے اور نمکین پانی کے دَلدَل اور کیچڑ پر ڈیرہ جما لیتا ہے لیکن انڈے یہ جزیروں اور ایسی بہتر زمین پر دیتا ہے جو جھاڑیوں سے ڈھکی ہو۔ یہ اپنا گھونسلا کسی گڑھے میں بناتا ہے۔ اس کے لیے وہ چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں، کائی اور نرم نرم پَر استعمال کرتا ہے۔ چار سے لے کر چھے تک انڈے ہوتے ہیں اور صرف مادہ اُن پر بیٹھتی ہے۔

یہ پرند جھُنڈ میں رہنا پسند کرتا ہے۔ انڈے دینے والے موسم میں بھی جب کہ بچّے بھی اُن کے جھُنڈ میں ہوتے ہیں سب ایک ساتھ ہی رہتے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جب یہ جاتے ہیں اس وقت بھی پورے خاندان کو لے کر جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ جھُنڈ سینکڑوں بلکہ ہزاروں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ سب ایک باقاعدگی کے ساتھ قطار اندر قطار اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ پَروازوں کے وقت پورے جھنڈ کی آواز مِل جُل کر اس طرح نکلتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ایک ہی آواز ہے۔ ان کی یہ آواز بعض ماہرین حیوانات کو بڑی اچھّی معلوم ہوتی ہے۔

یہ پرندے صرف دن ہی کو غذا استعمال کرتے ہیں۔ ہاں البتہ جب چودھویں کا چاند ہوتا ہے تو اس وقت یہ کچھ کھا لیتے ہیں۔ گھاس ان کی خاص غذا ہے، لیکن اگر اناج مِل جاتا ہے تو یہ بھی کھا لیتے ہیں۔ اس پرندے کا برطانیہ کی تاریخ میں بہت بڑا حصّہ ہے۔ فرانس کی فوج کو آزن کوُر میں پسپا ہونا پڑا تھا۔ اس جنگ میں انگریزوں کی طرف سے جو تیر برسائے گئے تھے وہ اسی پرند کے پَروں سے بنائے گئے تھے۔ (سرورق کی تصویر: بشکریہ میسرز ایسو (ESSO) لندن)

خیال کے پھول

* جس نے کوشش کی اس نے حاصل کیا۔
(حضور اکرمؐ)

مرسلہ: امان اللہ لاسی، بیلہ

* قدرت کا یہ اصول ہے کہ عروج کے بعد زوال اور زوال کے بعد عروج آتا ہے۔ اگر تم عروج پر ہو تو زوال کو یاد رکھو تاکہ اگر تمہارے عروج کو زوال آئے تو تم میں اس کا مقابلہ کرنے کی حکمت ہو۔
(ارشادِ نبویؐ)

مرسلہ: عامرہ خانم، سیال کوٹ

* علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعوا نہیں کیا مگر دولت اور اقتدار کے لیے کتنی خدائی کے دعوے دار بنے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

مرسلہ: عالیہ خانم، لاہور

* بہترین زندگی ہم نے صبر میں پائی۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

مرسلہ: انوار احمد، کراچی

* نیکی کے بدلے نیکی کرنا تو حق ادا کرنا ہے۔ اصل نیکی تو وہ ہے جو بدی کے جواب میں کی جائے (حضرت عمر فاروقؓ)

مرسلہ: سیدہ نیلوفر سلطانہ، کراچی

* عالم مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے لیکن جاہل زندگی ہی میں مر جاتا ہے۔ (حضرت علیؓ)

مرسلہ: گوہر جمال زروبی، مردان

* ایک ہزار قابل انسانوں کے مر جانے سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا ایک بے وقوف کے صاحبِ اقتدار ہونے سے۔ (عمرو بن العاصؓ)

مرسلہ: سید مظہر علی جعفری، حیدر آباد

* جو بات معلوم نہ ہو اس کے اظہار میں شرم نہیں کرنی چاہیے۔ (ارسطو)

مرسلہ: طاہر حیات اگوکی، سیال کوٹ

* جو راز دشمن سے چھپانا چاہتے ہو اسے دوست سے بھی چھپاؤ کیوں کہ ہو سکتا ہے کل یہ بھی تمھارا دشمن ہو جائے۔ (شیخ سعدیؒ)

مرسلہ: محمد رفیق ولد قاسم، کراچی

* بدی کے اندھیرے صرف علم کی روشنی ہی سے چھٹ سکتے ہیں۔ (جواہر لال نہرو)

مرسلہ: مرشد راہی، خیرپور

* کاشت کرنا ہے تو پھول بو تاکہ تمہارا ماحول گل زار بن جائے۔ (رحمان بابا)

مرسلہ: ملک خضر حیات، کلور کوٹ

شاعر لکھنوی

صحت کی کچھ قدر کرو

اپنی خبر لو — بے خبرو
خود پہ نہ اتنا بوجھ دھرو
اُلم غلّم یوں نہ بھرو
گھاس سمجھ کر یوں نہ چرو

معدے کے غصّے سے ڈرو
صحّت کی کچھ قدر کرو

پہچانو جینے کی ادا
ورزش کو اپناؤ سدا
مرچ مسالے جس میں سوا
دیتی ہے نقصاں وُہ غذا

مرچ مسالوں پر نہ مَرو
صحّت کی کچھ قدر کرو

مچھلی، انڈا، مُرغ، کباب
ہر شے پر نیّت ہے خراب
اور تمہاری تاب کی تاب
روز کے چٹخارے ہیں عذاب

روز کے چٹخاروں سے ڈرو
صحّت کی کچھ قدر کرو

قلیا، زردہ اور پلاؤ
نیندوں کو ہل چل سے بچاؤ
ڈوب نہ جائے بوجھ سے ناؤ
معدے میں جنگل نہ اُگاؤ

آلو چھولے یوں نہ چرو
صحّت کی کچھ قدر کرو

صحّت ہے گر تم کو عزیز
کھاؤ نہ گڑبڑ کوئی چیز
معدے میں ڈالو نہ کریز[1]
معدے میں ڈالو نہ کریز[1]
کھانے میں پتھر نہ بھرو
صحّت کی کچھ قدر کرو

سبزی ہو ترکاری ہو
سادہ غذا سے یاری ہو
ذہنوں میں بیداری ہو
بدہضمی کیوں طاری ہو

بات یہ میری کان دھرو
صحّت کی کچھ قدر کرو

۱۔ کریز (CREASE) سِلوٹ

قومی ہیرو

عبدالغنی شمس

وہ لوگ جنہوں نے اپنے ملک و قوم کی آزادی، سربلندی، ترقّی اور بھلائی کے لیے بڑے بڑے کام کیے ہیں اور جن کی وجہ سے ملک والے انہیں بے حد عزیز رکھتے ہیں، اُن پر فخر و ناز کرتے ہیں اور ان پر اپنی جان چھڑکتے ہیں۔ وہ "قومی ہیرو" کہلاتے ہیں۔ جیسے ترکی کے رہنے والے غازی مصطفےٰ کمال اتاترک کو اپنا ہیرو مانتے ہیں۔ ایران کے رہنے والے رضا شاہ پہلوی کو اور امریکا کے رہنے والے جارج واشنگٹن کو۔ بالکل اسی طرح ہم پاکستانی قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کو اپنا قومی ہیرو سمجھتے ہیں۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قائدِ اعظمؒ نے پاکستان بنا کر وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کی مِثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

جو لوگ مسلمانوں کا بھلا نہیں چاہتے تھے، جو مسلمانوں کی آزادی و ترقی کے دشمن تھے اور جو مسلمانوں کو پھلتا پھولتا دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے، وہ لوگ پاکستان کے قیام کے سخت مخالف تھے۔ وہ پاکستان بنانے کی راہ میں ہزاروں طرح کی دشواریاں اور قدم قدم پر سینکڑوں رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے لیکن ہمارے قائدِ اعظمؒ نے دشمن کا سارا منصوبہ خاک میں ملا کر رکھ دیا اور برّصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلا کر دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت قائم کر دی۔

قائدِ اعظمؒ کا بنایا ہوا پاکستان ہم سب کا پیارا وطن ہے، جہاں ہم لوگ آج اطمینان و عزّت کی زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

ہمارے قائدِ اعظمؒ بہت ہی دبلے پتلے اور لمبے قد کے تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے آپ کے رُخسار کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں اور آپ کے ہونٹ پتلے پتلے تھے۔ آپ کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جس سے

ذہانت کی شعاعیں پھوٹتی نظر آتیں اور آپ کے سراپا اور رکھ رکھاؤ سے ایک خاص طرح کی شان ظاہر ہوتی۔ انہی خصوصیات نے آپ کو انتہائی بارُعب مگر بڑی ہی دِل کش شخصیت کا مالک بنا دیا تھا۔ سلیقہ اور رہن سہن کے طور طریقے میں تو آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ آپ اپنے دفتر میں بھی اپنی میزوں پر سرکاری کاغذوں اور فائلوں کو ہمیشہ بڑے قاعدے اور قرینے سے سجا کر رکھتے تھے۔ ہمارے قائداعظمؒ وقت کے بے حد پابند تھے۔ وقت کی پابندی کی یہ عادت آپ میں بچپن ہی سے تھی۔ اسی وجہ سے آپ کبھی دیر سے اسکول نہ پہنچے اور اسکول میں دِیے ہوئے کاموں کو مقررہ وقت پر کرلیتے۔ آپ ناشتہ صبح کو ٹھیک نو بجے باقاعدگی کے ساتھ کرتے تھے۔ رات میں مقررہ وقت پر ضرور سو جاتے اور صبح سویرے ضرور اُٹھ جاتے۔

قائداعظمؒ ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہوتے تھے مگر آپ نے آرام طلبی کی عادت کبھی نہ ڈالی۔ کیا بچپن، کیا جوانی اور کیا بڑھاپا۔ سب ہی میں کڑی محنت کرنے کے عادی رہے۔ آپ پکّے ارادے کے مالک تھے۔ جس کام کو کرنے کے بارے میں دل میں ٹھان لیتے اُسے ضرور کر گزرتے۔ آپ کی راہ میں کبھی کوئی چیز رُکاوٹ نہ بن سکی۔ آپ بڑے سچّے اور ایمان دار تھے اور آپ کو اپنی صلاحیتوں کا پورا اندازہ تھا۔ آپ نے پاکستان بنانے کے عظیم ترین کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کام میں کسی سے کوئی مدد نہ مانگی۔ لوگ آپ کے خلوص کو دیکھ کر خود آپ کا ہاتھ بٹانے کے لیے دوڑ پڑے۔ جنھیں آپ نے خوشی سے اپنا شریکِ کار بنایا۔ ملک و ملّت کی خدمت کرنے والی عظیم شخصیت بہت کم پیدا ہوتی ہے۔ قائداعظمؒ نے کبھی اُمّید کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوڑا۔ سخت ترین مشکلوں میں بھی ہمّت نہ ہاری، اسی لیے وہ اپنے مقصد میں ہمیشہ کام یاب رہے۔ آپ نے قوم میں اتحاد، یقین اور تنظیم کی رُوح پھونک دی اور اپنی تحریک کو ملک کے کونے کونے میں عوام تک پھیلا دیا۔ اسی طاقت سے آپ نے پاکستان بنا کر دکھا دیا جسے ساری دنیا ایک شاعر کا محض خواب و خیال سمجھتی تھی۔

آپ نے سب سے پہلے شوق، لگن اور کافی محنت سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد آپ کو ذریعۂ معاش کی فکر ہوتی۔ آپ نے ملازمت اور نوکری کے مقابلے میں آزاد پیشے کو زیادہ پسند کیا۔ چناں چہ آپ نے وکالت کا آزاد پیشہ اختیار کیا۔ آپ نے اس پیشے میں اپنی ذہنی طاقت اور خُداداد قابلیت و صلاحیت سے کافی دولت کمائی۔ جب مالی اعتبار سے آپ کو بالکل اطمینان ہو گیا تو سیاست کے کانٹے بھرے میدان میں قدم رکھا۔ آپ کی پوری زندگی میں ہمواری، تسلسل، اُستواری اور ثابت قدمی

پائی جاتی ہے اور اسی میں آپ کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

ہمارے قائد اعظم[۲] کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ملکوں اور قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ آپ کے پاس سچائی اور بے خوفی کی کچھ ایسی طاقت تھی جسے دیکھ کر آپ کے حریف چکراتے تھے اور بالآخر مات کھا جاتے تھے۔ ہمارے قائد اعظم[۲] اعلا کردار کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آغاز میں اپنی قوم و ملت کی خدمت کا راستہ پسند فرمایا تھا اور پھر اپنی اس رائے سے کبھی نہ ہٹے۔ آپ کو اپنے زمانے کے بڑے بڑے لوگوں سے سابقہ پڑا۔ اختلافات ہوئے۔ مگر ہر لڑائی میں ہمیشہ آپ ہی کی فتح ہوئی۔ آپ نے بیک وقت ایک بہت بڑی اور طاقت ور حکومت اور ایک بہت ہی منظم اور مال دار قوم کا مقابلہ کیا۔ ہمارے قائد اعظم[۲] نے مانے ہوئے جغرافیہ کو چیلنج کیا اور اس کی حدیں توڑ کر رکھ دیں اور آخر کار ان کی جدوجہد نے کامرانی اور کام یابی کا زرّیں تاج پہنا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم کر کے آپ نے گویا ایک نئی تاریخ کو جنم دیا اور ایک نیا جغرافیہ تصنیف کیا۔

عجیب و غریب پھول پودے

میکسیکو میں ناگ پھنی کی قسم کا ایک پھول ہوتا ہے جسے سیریئس (CERUES) کہتے ہیں یہ پھول رات کو کھلتا ہے لیکن پورے سال میں صرف ایک رات کے لیے۔ دنیا میں کسی پھول کی عمر اتنی کم نہیں ہوتی۔

دنیا کا ایک اور نادر پودا رُوپہلی تلوار (SILVER SWORD) ہے۔ یہ پودا آتش فشاں کے دہانے پر جزائر موئی (MAUI) میں پایا جاتا ہے۔ یہ بہت خوب صورت ہوتا ہے اور چاندی کی طرح چمکتا ہے۔

جزائر شرق الہند میں ایک زہریلا درخت پایا جاتا ہے جسے لیپورٹیا (LAPORTEA) کہتے ہیں۔ اس کی پتیاں سبز اور ان پر زہریلے بال کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی جان دار ان بالوں کو چھُولے تو بے حد درد ہوتا ہے جو ایک مہینے تک نہیں جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی بھی انسان ایسے پودے پر گر جائے تو اس کی جان نہیں بچ سکتی۔ تمام پودوں میں سب سے زیادہ گہری جڑیں الفا فا گھاس کی ہوتی ہیں۔ دو فیٹ اونچی الفا فا گھاس کی جڑیں پانی کی تلاش میں چالیس پچاس فیٹ گہرائی میں اتر جاتی ہیں۔

مرسلہ: عامرہ خانم، سیال کوٹ

عشرت رحمانی

لسّی کا گلاس

ایک تھا کسان اور اس کا تھا ایک جوان بیٹا۔ کسان کا بیٹا تھا تو بہت نیک مگر عقل نام کو نہ تھی۔ اس کا نام تھا شامی۔

ایک مرتبہ کسان نے اپنے بیٹے شامی کو تین سو رُپے دیے اور شہر جاکر کچھ سامان لانے کو کہا۔ شامی شہر پہنچا تو بہت تھک گیا تھا۔ اس کو بھوک اور پیاس بھی لگی ہوئی تھی۔ چلتے چلتے شامی کو ایک دُکان نظر آئی جہاں کباب بَن رہے تھے اور لسّی بھی تھی۔

شامی نے اس دکان سے کچھ کباب اور روٹی لے کر کھائی اور ایک گلاس لسّی پی۔ لسّی اس کو بہت مزیدار معلوم ہوئی اس نے لسّی کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ "اگر سو رُپے کا ایک گلاس ملے تو پینا چاہیے۔" اس کے بعد شامی نے ایک گلاس لسّی کا اور مانگا اور اُسے پی کر کہنے لگا کہ "یہ تو اتنی مزیدار ہے کہ دو سو رُپے گلاس ملے تو پینا چاہیے۔" دُکان دار بہت چالاک تھا وہ شامی کی بات سنتا رہا۔ اور جب شامی نے اس سے کہا کہ تمھارے کتنے دام ہوئے۔ تو اس نے کہا: "تین سو رُپے۔"

شامی نے کہا "تم ہوش میں ہو۔ دو گلاس لسّی اور دو روٹی کباب کی قیمت تین سو رُپے کیسے ہوئے۔"

دُکان دار بولا، "میں نے تمھاری اپنی بتائی ہوئی قیمت صِرف لسّی کی مانگی ہے۔ روٹی کباب کی تو کوئی قیمت ہی نہیں مانگی ہے۔ اِس پر کچھ جھگڑا ہوا اور آخر شامی کو مجبور ہو کر دُکان دار کو تین سو رُپے دینا پڑے۔

اب شامی کے پاس سامان لانے کو کچھ نہیں بچا اور وہ مایوس اور غمگین ہو کر مُنہ لٹکا کر اپنے گاؤں چل دِیا۔

چلتے چلتے تھوڑی دیر بعد ایک شخص شامی کو ملا اور اسے غمگین دیکھ کر کہنے لگا، "نوجوان

کیا بات ہے، تم کچھ غمگین معلوم ہوتے ہو؟" شامی نے اس سے چڑھ کر کہا: کیا بتاؤں تم شہر والے کیسے ٹھگ ہو۔"

اس آدمی نے کہا، آخر بتاؤ تو کیا ہوا اور تم کو کس نے ٹھگ لیا۔؟" پھر شامی نے اس کو سارا قصہ سنایا۔ جسے سن کر اس آدمی نے کہا" میاں پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ شہر کے سارے لوگ بے ایمان اور مکّار نہیں ہوتے۔ ہر جگہ اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں۔ نیک اور ایمان دار لوگ بھی شہر میں بستے ہیں۔ تم میرے ساتھ آؤ، میں ابھی تم کو تمھارے روپے دلاتا ہوں۔" شامی اس آدمی کے ساتھ اس دکان پر پہنچا جہاں سے اس نے لسّی لی تھی، اور روٹی کھائی تھی۔ اس دکان پر بکرے کا گوشت بھی بکتا تھا اور دکان پر بکرے کی رانیں اور پائے لٹکے ہوئے تھے۔ اس آدمی نے دکان دار سے پوچھا، "بھائی ایک ران کی کیا قیمت ہوگی؟" دکان دار نے کہا" بیس روپے"، یہ سن کر اس آدمی نے اپنی جیب سے چاقو نکالا اور کہنے لگا" لاؤ اپنا پاؤں آگے کرو تو میں تمھاری ران کاٹ لوں۔" دکان دار

بہت حیران ہوا اور بولا "تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہے؟ میری ران سے کیا مطلب۔؟" "میں نے تو بکرے کی ران کی قیمت بتائی ہے!" مگر آدمی نے کہا، "مگر میں نے بکرے کی ران کا نام کب لیا تھا صرف ران کی قیمت پوچھی تھی۔" "اور تمھاری منہ مانگی قیمت دے رہا ہوں، مجھے تو تمھاری ران چاہیے اور قیمت طے ہو چکی ہے۔"

دُکان دار نے بہت شور و غل مچایا اور واویلا کرنے لگا۔ آدمی نے کہا، "اگر تم چاہو تو اس بات پر سمجھوتہ ہو سکتا ہے کہ تم اس نوجوان کے تین سو رُپے واپس کر دو۔"

آخر مجبور ہو کر دُکان دار کو شامی کے تین سو رُپے واپس کرنا پڑے۔ اور شامی رُپے لے کر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا اور اس کے باپ نے جو سامان لینے کو کہا تھا وہ خریدے بغیر سیدھا اپنے گاؤں رُپے لے کر واپس چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے اپنے باپ کو سارا قصہ سنایا اور کہا کہ میں نے اس ڈر سے سامان نہیں خریدا کہ نہ جانے سامان والا کیا رنگ دکھاتا اور مجھ سے رُپے ٹھگ لیتا۔ آپ خود ہی جا کر خرید لائیں۔

کون کیا تھا؟

- ★ قائدِ اعظمؒ: پاکستان کے بانی، ایک عام تاجر کے فرزند تھے۔
- ★ ابراہم لنکن: امریکہ کے صدر، ایک غریب کسان کے بیٹے تھے۔
- ★ جانسن: امریکہ کے سابق صدر، بچپن میں بوٹ پالش کیا کرتے تھے۔
- ★ جرمنی کے ہٹلر: ایک غریب رنگ ساز تھے۔
- ★ آئزن ہاور: امریکہ کے صدر، ایک اخبار فروش تھے۔
- ★ کولمبس: امریکہ کو دریافت کرنے والے ایک جُولاہے کے بیٹے تھے۔
- ★ کمال اتاترک: بابائے ترکی ایک معمولی کلرک تھے۔
- ★ جارج اسٹیفن سن: ریل کے انجن کا موجد ایک کوئلے کی کان میں کوئلا چھانتے تھے۔
- ★ سُقراط: ایک عظیم فلسفی ایک معمار کے بیٹے تھے۔

مرسلہ: ساجد رشید ناگرا، پیر محل

ایک شخص وھیل کے پیٹ سے زندہ نکلا

احمد خاں خلیل

۱۸۹۱ء میں مچھلی کا شکار کرنے والا ایک امریکی جہاز، "اسٹار آف دی ایسٹ" فاک لینڈ جزائر سے گہرے سمندر میں شکار کے لیے گیا۔ اس جہاز پر ایک ملاح جیمز بارٹلے سوار تھا۔ جب ایک وھیل مچھلی دکھائی دی اور جہاز والے اسے شکار کرنے میں مصروف ہو گئے تو اس گھما گھمی اور افراتفری کے بعد معلوم ہوا کہ بارٹلے گم ہے۔

شکار کرنے کے بعد جہازی سستانے لگے۔ مچھلی کا کچھ حصہ کاٹا گیا۔ باقی اگلے دن کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے دن جب مچھلی کا پیٹ چاک کیا گیا تو اُس میں کوئی چیز حرکت ہوئی نظر آئی۔ شکاریوں کا تجسّس بڑھا۔ اچھی طرح دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بارٹلے مڑا تڑا اور بے ہوش اس میں پڑا ہے۔ اسے نکالا گیا۔ وہ سانس لے رہا تھا، چناں چہ اُسے طبّی امداد پہنچائی گئی۔ کوئی پندرہ دن تک وہ بے ہوشی کے دَوروں اور ہذیان میں مبتلا رہا۔ بعد میں وہ ٹھیک ہو گیا۔

ٹھیک ہونے کے بعد جیمز بارٹلے نے بتایا کہ شکار کرنے کی گھما گھمی میں وہ عرشے پر گیا تو اُسے ایسا معلوم ہوا کہ وہ کسی گرم جگہ سے گزر رہا ہے۔ پھر وہ وھیل کے معدے میں پہنچ گیا۔ وہاں سخت گرمی تھی، لیکن کچھ نہ کچھ ہوا ضرور آجاتی تھی جس میں وہ سانس لیتا رہا۔

بارٹلے بچ تو گیا لیکن اس کا تمام جسم ایسا سفید ہو گیا جیسے برص سے ہو جاتا ہے۔

اگر میں سکندر نہ ہوتا تو دیوجانس ہونے کی آرزو کرتا

دیوجانس یونان کا ایک فلسفی تھا جو ۴۱۳ سے ۳۲۳ قبل مسیح میں یونان میں گزرا ہے۔ زندگی کے بارے میں اس کا نظریہ یہ تھا کہ عیش و عشرت اور رسم و رواج کے بندھن ہی دُکھوں کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر آدمی اِن بندھنوں سے آزاد ہوکر رہے تو اچھی زندگی گزار سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دیوجانس بڑا آزاد مَنِش آدمی تھا، مال و دولت اور مکان سے بے نیاز مٹی کے ایک بڑے ٹب میں رہا کرتا تھا۔

سکندر اعظم نے جب دیوجانس کی باتیں سُنیں تو اُس سے مِلنے کا شوق ہوا اور مِلنے کے لیے خود دیوجانس کے ہاں گیا۔ سکندر نے بڑی بڑی نرمی سے اُس سے بات کی اور کہا،

"اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔"

دیو جانس اس وقت دُھوپ تاپ رہا تھا اور سکندر اس طرح کھڑا تھا کہ دیو جانس تک دُھوپ نہیں جا رہی تھی۔ چناں خدمت کی بات سُن کر اُس نے سکندر سے کہا، "آپ ذرا مجھ تک دُھوپ کو آنے دیجیے، میرے لیے یہی آپ کی خدمت ہوگی۔"

اپنے شاہی جاہ و جلال کے مقابلے میں اُس کی یہ بے نیازی دیکھ سکندر ہکّا بکّا رہ گیا۔ اُس کے درباری طیش کھا رہے تھے، مگر سکندر اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے درباریوں سے کہا،

"اگر میں سکندر نہ ہوتا تو دیوجانس ہونے کی آرزو کرتا۔"

میں فتح چُرا کر حاصل کرنا نہیں چاہتا

۳۳۱ قبل مسیح میں سکندر اعظم اور دارا کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل میدانِ جنگ میں اُتری ہوئی تھیں۔ سکندر نے، اُس کے مشیروں نے اور اس کے دوست پرمینو نے جب دُشمن کا لشکر دیکھا تو انھیں ایسا محسوس ہوا جیسے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ جگہ جگہ پر چہل پہل، روشنیوں کی ٹمٹماہٹ اور شوروغل سے دُشمن کا جوش و خروش ظاہر ہو رہا تھا۔ پرمینو کے اندازے مُطابق ایرانیوں کی تعداد یونانیوں سے کہیں زیادہ تھی۔ چناں چہ وہ سکندر کے پاس گیا اور اُسے مشورہ دیا کہ دارا کا لشکر بہت بڑا ہے اس کی فوج بھی تازہ دم ہے۔ اُن سے دن کو لڑنا اچھا نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ رات کی تاریکی میں جب دُشمن بے خبری کے عالم میں سو رہا ہو اس پر دھاوا بول دینا چاہیے۔

سکندر نے جواب میں کہا، ”میں فتح چُرا کر حاصل کرنا نہیں چاہتا۔“

نہ ایسے آدمی اب پیدا ہوتے ہیں

۱۸۱۱ء میں تختِ انگلستان کا ولی عہد فوج کا معائنہ کر رہا تھا۔ معائنہ کرتے ہوئے اس کی نظر ایک بوڑھے سپاہی پر پڑی جس نے پُرانے فیشن کی وردی پہن رکھی تھی۔ ولی عہد نے پوچھا کہ وہ بوڑھا کون ہے؟ تو اُسے بتایا گیا کہ وہ انگلستان بھر کا سب سے پُرانا سپاہی جان اینڈریوز ہے۔ ولی عہد نے اس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ جان انڈریوز کو بلوایا گیا تو ولی عہد نے پوچھا، ”اینڈریوز! آپ کی عمر کتنی ہے اور کب سے ملازمت میں ہیں؟“

”جناب! اب میں نوّے سال کا ہوں اور پچھلے ستر برس سے ملازمت کر رہا ہوں۔“

ولی عہد نے اُس کی وردی کے کپڑے کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور کہا،

”ایسا کپڑا آج کل نہیں بنتا۔“

”نہ ایسے آدمی اب پیدا ہوتے ہیں جناب۔“ اینڈریوز نے کہا۔

آمر سے نجات

ڈاکٹر یونس حسنی

یہ بہت پرانی بات ہے۔ سوئٹزرلینڈ کا خوب صورت ملک گیسلر نامی ایک شخص کی حکمرانی میں تھا۔ یہ شخص انتہائی ظالم اور بدخو تھا۔ روزانہ نئے نئے قانون بناتا ایسے

قانون جن پر عمل کرنا سخت مشکل ہوتا لیکن لوگوں کو ان پر عمل کرنا پڑتا ورنہ یہ ظالم سخت سزائیں دیتا تھا۔ اس کی زبان قانون تھی، وہ جو کہہ دیتا وہی ہوتا۔ ایسے ہی حاکم کو آمر کہا جاتا ہے۔

اسی زمانے میں سوئٹزرلینڈ کی سرسبز پہاڑیوں میں ایک شخص رہتا تھا اس کا نام ولیم ٹیل تھا۔ یہ اپنے زمانے کا مشہور شکاری تھا اور نشانہ بازی میں اپنی مہارت کی وجہ سے پورے ملک میں مشہور تھا، لیکن ولیم ٹیل جنگلوں کا شیدائی تھا۔ اسے پہاڑی ڈھلوانوں سے محبت تھی۔ وہ اونچی چوٹیاں سر کرتا اور پہاڑیوں میں پائے جانے والے جانوروں کے شکار پر اپنی بسر اوقات کرتا۔ برف سے ڈھکی پہاڑیوں اور برفانی دلدلوں میں اس کی زندگی گزری تھی، اس لئے وہ نڈر اور بے خوف تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ اسے دن بھر شکار نہ ملتا۔ ایسے موقعوں پر وہ زمین میں کوئی کھمبا گاڑ کر اس پر نشانہ بازی کرتا اور اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے خوشی حاصل کرتا۔ ولیم ٹیل کی بیوی مر چکی تھی۔ اس کے صرف ایک لڑکا تھا۔ جب کبھی کوئی دشوار مہم درپیش نہ ہوتی یا اسے بہت دور نہ جانا پڑتا تو اپنے لڑکے کو وہ اپنے ساتھ ضرور رکھتا۔ اس طرح وہ اپنے لڑکے کی بھی تربیت کر رہا تھا۔ لڑکا بھی اس کی طرح بہادر تھا نڈر تھا۔ وہ اکثر کہا کرتا، "ابا، جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو میں بھی آپ کی طرح نشانہ بازی کیا کروں گا۔ میرا نشانہ بھی آپ ہی کی طرح ہو جائے گا نا؟"

اور باپ اس کی باتیں سُن کر مسکرا دیا کرتا۔"

ولیم ٹیل کو شہری زندگی سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ تو پہاڑوں کی چوٹیوں کا آدمی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا نام ہر کوئی جانتا تھا مگر اُسے پہچانتا کوئی نہ تھا۔ وہ کبھی کبھی ہی شہر آیا کرتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر پہاڑی سے نیچے اُترا۔ کسی کام سے شہر میں گیا تھا تو اس نے دیکھا کہ شہر کے بڑے چوک میں لوگوں کا ہجوم لگا ہے۔ بچے، بوڑھے، عورت، مرد سبھی جمع ہوتے ہیں کوئی چیخ چلا رہا ہے، کوئی بڑبڑا رہا ہے اور کسی نے ایسا منہ بنا رکھا ہے جیسے اُسے

زبردستی کونین پلا دی گئی ہو۔
"بات کیا ہے ؟" اس نے بڑھ کر ایک شہری سے پوچھا،
"بات کیا ہوتی اس شخص نے جھلا کر جواب دیا، "وہی گیسلر کی حماقتیں۔ اب کیا آپ اسے حماقت نہیں کہیں گے کہ گیسلر نے یہاں چوک میں ایک کھمبے پر اپنی ٹوپی ٹانگ دی ہے اور اب ہدایت کی گئی ہے کہ جو کوئی ادھر سے گزرے اس ٹوپی کے احترام میں سر جھکائے، اپنی ٹوپی اتار لے یا کسی دوسرے انداز میں عقیدت و احترام کا اظہار کرے۔ ایسا نہ کرنے والے کو سزائے موت دی جائے گی۔"
ہاں یہ تو کھلی حماقت ہے۔" بھلا کون اپنے جیسے انسان کی ٹوپی کے احترام میں اپنا سر جھکائے گا، نری حماقت ہے۔ اس قانون کی خلاف ورزی کی جانی چاہیے۔" ٹیل نے کہا اور اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اس کھمبے کی طرف بڑھا جس پر ٹوپی ٹانگی گئی تھی۔ وہ سر اٹھائے ہوئے کھمبے کے پاس سے گزرا۔ منہ اٹھا کر اوپر دیکھا اور قہقہہ مارتا ہوا گزر گیا۔
شہر میں بھلا کس کی جرات ہو سکتی تھی کہ اس طرح گیسلر کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ شاہی ہرکارے حیران رہ گئے اور فوراً محل کی طرف دوڑے انھوں نے گیسلر کو اطلاع دی کہ ایک شخص جس کا نام ولیم ٹیل بتایا جاتا ہے کھمبے کے پاس سے گزرا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ احترام کا اظہار نہیں کیا بلکہ حقارت کے ساتھ قہقہہ بھی لگایا۔
یہ سنتے ہی گیسلر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً چوک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگ ولیم ٹیل کے گرد جمع ہیں اور اسے اس کی جرات پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ شاہی سواری کو دیکھتے ہی بھیڑ چھٹنا شروع ہو گئی۔ لوگ ولیم ٹیل کے پاس سے کھسکنے لگے کہ کہیں ٹیل کے ساتھ ساتھ وہ بھی نہ پس ڈالے جائیں۔ عورتیں دل ہی دل میں ٹیل کی سلامتی کی دعائیں کرنے لگیں۔

کیا تم وہی ولیم ٹیل ہو جو پہاڑیوں رہتے ہو اور اپنی نشانہ بازی کی وجہ سے مشہور رہو۔" گیسلر نے ٹیل کے قریب گھوڑا لاکر کھڑا کیا تھا۔
جی ہاں وہی ولیم ٹیل، میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا اور میں چھوٹی سی چھوٹی چیز

کا نشانہ لے سکتا ہوں ۔" ولیم ٹیل نے انتہائی اطمینان سے کہا۔

"اچھا ابھی ہم تمھارا امتحان کئے لیتے ہیں۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ثابت نہ ہو سکے تو تمھیں عبرت ناک سزا دی جائے گی۔" یہ کہہ کر گیسلر قریب بیٹھی ہوئی اس اس بوڑھی عورت کی طرف بڑھا جو ایک ٹوکرے میں سیب لئے بیٹھی تھی اور اس ہنگامے کی وجہ سے آج اس کی بکری نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے ٹوکری میں سے ایک سیب اٹھایا اور ٹیل کے لڑکے کو آواز دی۔ اسے ایک طرف کھڑا کر کے گیسلر نے ٹیل سے کہا،

"میں یہ سیب تمھارے لڑکے کے سر پر رکھ رہا ہوں۔ تمھیں اس طرح نشانہ لگانا ہے کہ سیب دو ٹکڑے ہو جائے اور اس کا خیال رکھنا کہ اگر تم ایسا نہ کر سکے تو تمھیں ایسی سزا دی جائے گی جسے عرصے تک یاد رکھا جائے۔"

لڑکے کو ٹاؤن ہال کے دروازے کے سامنے کھڑا کیا گیا اور گیسلر نے اس کے سر پر سیب رکھ دیا۔ ولیم ٹیل نے اطمینان سے تیر کمان میں رکھا، نشانہ باندھا اور لڑکے سے کہا، "بیٹے، ڈرنا مت، سر کو سیدھا رکھنا، میرا نشانہ خطا نہیں کرتا ہے۔" لڑکا ولیم ٹیل کا بیٹا تھا شکار میں اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے بڑی ہمت کا ثبوت دیا اور سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔ ولیم ٹیل نے کمان کھینچی، تیر چلایا لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں مگر جب آنکھیں کھلیں تو مجمع نے دیکھا کہ سیب کے دو ٹکڑے لڑکے کے اِدھر اُدھر پڑے ہیں۔ اب تو واہ واہ، سبحان اللہ کے نعرے تھے اور تالیاں۔ گیسلر کا منھ دھواں دھواں ہو رہا تھا اس نے کھسیانا ہو کر ٹیل سے کہا:

"ٹھیک ہے تمھارا نشانہ ٹھیک بیٹھا ہے مگر تمھیں خود بھی اپنے آپ پر پورا بھروسا نہیں تھا، میں دیکھ رہا تھا کہ تم نے دوسرا تیر بھی تیار رکھا تھا کہ اگر پہلی بار نشانہ خطا جائے تو تم فوراً دوسرا تیر آزماؤ۔"

"نہیں حضور، یہ بات نہیں تھی۔ دوسرا تیر اس لئے تھا کہ اگر خدانخواستہ میرا نشانہ خطا کرتا تو دوسرا تیر آپ کے سینے میں پیوست ہوتا۔" ٹیل نے کہا۔

اب بھلا گیسلر اس گستاخی کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ ولیم ٹیل اور اس کے لڑکے کی مشکیں کس دی جائیں اور انھیں شاہی قلعے کے جیل خانے میں ڈال دیا جائے۔ سپاہیوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ولیم

ٹیل اور اس کا لڑکا قید کر دیئے گئے ۔

لیکن ٹیل اُن لوگوں میں سے نہیں تھا جو ظلم کے آگے سر جھکا دیتے ہیں ۔ ایک روز رات میں اس نے بیٹے کو پیٹھ پر لادا اور شاہی قید خانے سے فرار ہو گیا۔ وہ پہاڑ کی بلندیوں پر برف پوش چٹانوں کے درمیان اپنے لکڑی کے چھوٹے سے گھر میں جا چھپا۔ وہیں سے اس نے شہر میں پیغام رسانی کی اور کچھ دلیر لوگوں کو ساتھ لے کر ایک روز وہ پہاڑوں سے نیچے اترا ۔ گیسلر اور اس کے سپاہیوں سے خوں ریز جنگ ہوئی، لیکن باطل حق کے سامنے کبھی ٹھیر نہیں سکتا۔ وہی سپاہی جو نہتوں پر ظلم کرنے کے معاملے میں بڑے دلیر تھے، آج پیٹھ دکھا گئے۔ وہی جو کل تک گیسلر کے بے دام غُلام تھے اور اس پر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار رہتے تھے آج اُسے تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے ۔

گیسلر کو شکست ہوئی اور سوئزرلینڈ کو ہمیشہ ہمیش کے لیے اس کے ظُلم و ستم سے نجات مل گئی ۔

خریداروں سے

رسالے کی خریداری یا نہ پہنچنے یا دیر سے پہنچنے کے سلسلے میں بعض نونہال خط لکھتے ہیں، لیکن اپنا خریداری نمبر نہیں لکھتے، اس لیے ان کی شکایت دور کرنے میں دقت ہوتی ہے اور دیر لگتی ہے، کیوں کہ ہزاروں خریداروں میں ان کا نام اور پتا ڈھونڈنا مشکل ہوتا ہے۔

جب بھی آپ دفتر کو خط لکھیں اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیے۔ آپ کا خریداری نمبر رسالے کے لفافے پر پتے کے اوپر لکھا ہوتا ہے۔ یہ نمبر اپنے پاس نوٹ کر لیجیے اور اپنے خط، نام اور پتے کے ساتھ یہ نمبر بھی لکھ دیجیے۔ دفتر جلد توجہ کرے گا۔

رسالے کی خریداری یا رسالہ نہ ملنے یا دوسرے انتظامی معاملات کے سلسلے میں جو خط لکھیں اس میں مضمون یا کہانی کے متعلق کوئی بات نہ لکھیں۔ اس کے لیے ایڈیٹر کے نام علاحدہ کاغذ پر خط لکھیے، البتّہ لفافہ ایک ہی استعمال کر سکتے ہیں۔

مزارِ قائدِاعظمؒ

غنیؔ دہلوی

چلو بچّو چلو بچّو — مزارِ قائدِاعظمؒ
کہ اپنی جان قرباں دل نثارِ قائدِاعظمؒ

یہاں شبنم کے موتی آسمانوں سے برستے ہیں
کنول کے پھول جیسا ہے مزارِ قائدِاعظمؒ

در و دیوار اِس کے روشنی سے جگمگاتے ہیں
ستاروں سے ہے بڑھ کر یادگارِ قائدِاعظمؒ

یہاں ہے چین کا فانوس یا قندیلِ نورانی
کہ ہیں لعل و جواہر بھی نثارِ قائدِاعظمؒ

اِسی خطّے کی خاطر ہم جئیں گے مر بھی جائیں گے
یہ پاکستان بھی ہے اور دیارِ قائدِاعظمؒ

یہ اُن کا ہی مقدّس شہر ہے ہم جس میں رہتے ہیں
ہے مِلّت کے لیے یہ شاہکارِ قائدِاعظمؒ

زبانِ حال سے تاریخِ پاکستان کہتی ہے
دِلوں میں کس قدر ہے اعتبارِ قائدِاعظمؒ

غنیؔ تسکینِ جاں ہے تذکرہ بابائے مِلّت کا
ہماری عید ہے دیدِ مزارِ قائدِاعظمؒ

گھنے جنگل کی آغوش میں

عبداللہ خاور

جب وہ تیر کر ساحل پر پہنچ گئے تو پہلا کام انھوں نے یہ کیا کہ ایک بڑے کتّے کی طرح اپنا بدن خوب ہلا ہلا کر جھاڑا۔ اس کے بعد بارنی نے یہ دیکھا کہ پستول اور تلوار محفوظ ہے یا نہیں۔ انھوں نے اپنے بھیگے

کپڑے اُتارے اور نچوڑ کر سوکھنے کے لیے پھیلا دیے۔ لیکن مچھروں نے ان کے ننگے بدن پر اتنی شدت سے حملہ کیا کہ وہ بلبلا اُٹھے، لہٰذا بھیگے ہوئے کپڑے یوں ہی دوبارہ پہن لیے۔

اب آسمان صاف ہو گیا تھا اور ستارے خوب چمک رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا ساحل ہموار اور ریتیلا ہے۔ اس سے آگے گھاس کا میدان تھا اور میدان سے پرے جنگل کی سیاہ دیوار نظر آرہی تھی۔

بارنی نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا، "پتا نہیں کیسا خطرناک جنگل ہے، خطرناک تو نہیں، بہرحال ہمیں سونے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنا ہے اور ان علاقوں میں مکانات ابھی تک بنے نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ ہم وحشیوں کے کسی گروہ سے ٹکرا جائیں اور ان کے مہمان بنیں! ہمیں جنگل میں تو جانا ہی ہوگا۔ اپنا سامان......"

اس کی بات جنگل سے آنے والی ایک تیز آواز نے کاٹ دی۔ یہ آواز جیسے رینگتی ہوئی آرہی تھی۔ ایسی آواز انھوں نے کبھی نہیں سُنی تھی۔

یہ سن کر بارنی نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا، "میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے بھائی۔ ہم جہاں ہیں وہیں قیام کریں گے۔ ہائے خیمہ لگانے کے لیے کیسی اچھوتی جگہ ہے؟"

مارٹن نے مزاح محسوس کیے بغیر تائید کی، "میرا بھی یہی خیال ہے۔ جنگل کو دن کے وقت دیکھا جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے مارٹن آگ جلانے کے لیے لکڑیاں تلاش کرنے لگا۔

بارنی نے اپنے پستول میں لگے ہوئے چقماق کی مدد سے کچھ سُوکھی گھاس جلائی اور اس میں لکڑیاں شامل کر کے خوب تیز آنچ کر دی۔ لیکن اس آگ کو روشن رکھنے کے لیے لکڑیوں کی ضرورت تھی۔ بارنی نے کہا، "میں جنگل میں جا کر کچھ لکڑی لاتا ہوں۔ میں اپنے موزے اور جوتے آگ کے پاس سُوکھنے کے لیے چھوڑے جاتا ہوں۔ مارٹن ذرا دیکھتے رہنا کہیں یہ جل نہ جائیں۔"

اس نے گھاس کا میدان پار کیا اور بڑی ہمّت کے ساتھ جنگل میں داخل ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنی تلوار سے کچھ سُوکھی لکڑیاں کاٹیں۔ ابھی وہ یہ کر ہی رہا تھا کہ وہ تیز آواز دوبارہ سنائی دی۔ وہ اُچھل پڑا، "ہائے میرے دادا کی مونچھ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تم کون ہو تو میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔" بارنی نے بہت کوشش کی کہ اس سے بھی زیادہ

بہادُرانہ بات کہے، مگر گھبراتے ہوئے لہجے نے ساتھ نہ دیا اور اسی لمحے ایک اور آواز سنائی دی۔ یہ آواز پہلی آواز سے مختلف تھی۔ اس کے بعد پھر وہی آواز سنائی دی، لیکن اب کے بہت قریب تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دشمن سامنے ہو تو بارنی سے زیادہ بہادر دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ لیکن اکثر ملاحوں کی طرح وہ "نامعلوم" سے خوف زدہ رہتا تھا اور بھُوتوں کے وجود پر یقین رکھتا تھا۔ کیا جنگل بُری رُوحوں کی سیر گاہ ہے! بارنی کے دانت بجنے لگے۔ بے خیالی میں اس نے قریبی درخت کی شاخیں مضبوطی سے پکڑ لیں۔ وہ اپنے خوف سے مات کھانا نہیں چاہتا تھا۔

یکایک کوئی چیز بغیر آواز کئے اس کے چہرے سے ٹکرائی۔ یہ ایک بہت بڑی چمگادڑ تھی، لیکن بارنی اسے نہ دیکھ سکا اور سمجھا کہ بھُوت ہے۔ اس کی پیشانی سے ٹھنڈا پسینہ پھُوٹ پڑا۔ چمگادڑ دوبارہ اس کی آنکھوں کی طرف جھپٹی۔

"مَر جائے اللہ کرے تو! مگر ٹھہر میں تجھے ٹھکانے لگاؤں گا۔ چاہے تو بھُوت ہو یا بھُتنی۔" بارنی اپنی تلوار نچاتے ہوئے چیخا اور آنکھیں پھاڑ کر اندھیرے گھنے جنگل میں دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ "بھُوت" پھر سامنے سے آئے گا۔ لیکن اب کے چمگادڑ اس کے پیچھے کی طرف سے آئی اور کان کے پاس سے پھڑپھڑاتی ہوئی نکل گئی۔ بارنی کا ہاتھ چلا اور تلوار چمگادڑ کے بجائے درخت کی ایک شاخ پر پڑی۔ شاخ زور سے ہلی تو اس میں سے بڑے بڑے پھل ٹوٹ کر بارنی کے سر پر گرنے لگے! وہ سمجھا کہ بھُوت ڈھیلے مار رہا ہے! وہ ڈر کر پیچھے کی طرف اچھلا اور چلّانے لگا۔ پھر اپنے خوف سے شرمندہ ہو کر جلدی جلدی لکڑیاں چُننے لگا اور جنگل کے باہر بھاگا۔

بھاگتے ہوئے اس کا پَیر ایک سانپ کے سَر پر پڑ گیا۔ سانپ اس کے ٹخنے میں لپٹ گیا۔ بارنی بھُوتوں سے بھی زیادہ سانپوں سے ڈرتا تھا۔ اس نے دہشت سے ایک چیخ ماری۔ لکڑیوں کا بنڈل پھینکا اور پوری رفتار سے ساحل کی طرف بھاگنے لگا۔ وہ بھاگتا رہا بھاگتا رہا، یہاں تک کہ گھٹنوں گھٹنوں پانی میں پہنچ گیا، تب اُسے احساس ہوا کہ "اَرے میں تو سُمندر میں آگیا۔"

مارٹن نے اس کو بدحواسی سے دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا، وہ جلدی سے بارنی کے پاس پہنچا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پانی سے باہر لایا۔

"کیا بات ہے۔ بحری قزاقوں سے پیدل لڑنے جا رہے ہو؟" اس نے کہا۔

"ارے مارٹن، میرے بھائی۔" بارنی ہانپتا ہوا بولا، "اس جنگل میں ساری دنیا کی بدرُوحیں پِک نِک منانے آتی ہوتی ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہمارے کباب بنانے اِدھر آئیں گی۔"

"کیا مُہمل باتیں کر رہے ہو!" مارٹن نے ہنستے ہوئے جواب دیا
"میں خود تمہارے ساتھ جاؤں گا، اور عملی طور پر تمہارے خیال سے اختلاف کروں گا۔ اگر ہمیں لکڑیاں نہیں ملیں تو آگ بجھ جائے گی اور ہم ساری رات ٹھٹھرتے رہیں گے۔"

"اچھا بہادر خان، تو جُوتے ضرور پہن لو۔ وہاں سانپ بہت ہیں، رینگنے والے، دوڑنے والے اور اُڑنے والے۔ اِن میں سے بہت سے زہریلے بھی ہوں گے۔ اگر تم آنکھیں کھُلی نہ رکھو گے تو اپنی پیاری جان کو دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکو گے۔"

دونوں جنگل میں گئے۔ بارنی کا پھینکا ہوا لکڑیوں کا گٹھا مل گیا اور وہ دونوں اسے لے کر ساحل سمندر پر آگئے۔ چند لمحوں بعد تیز الاؤ جل رہا تھا اور وہ سکون اور مسرت محسوس کر رہے تھے۔

وہ شعلوں کے سامنے بیٹھے ہوئے ہاتھ تاپ رہے تھے، یکایک انہیں دور ایک گونجتی ہوئی آواز سُنائی دی۔

"اُف، اب وہ آرہا ہے۔" بارنی نے غم گین لہجے میں کہا۔
"کون آرہا ہے؟ کوئی دوسرا بھُوت؟" مارٹن ہنسا۔
"نہیں ننھے میاں، کیا تم نے گرم علاقوں کے طُوفان دیکھے ہیں؟"
"نہیں، کبھی نہیں۔"

"اچھا تو تم اب اسے دیکھنے جارہے ہو اور اگر تم اس طوفان کا پورا مزا نہیں چکھنا چاہتے تو جلدی اُٹھو اور میرے ساتھ بھاگو۔"

یہ کہتے ہوئے بارنی نے اپنا پستول اور تلوار اُٹھائی، اور جنگل کی طرف دوڑا۔ اس کے پیچھے مارٹن بھاگا۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ انہوں نے جلدی کی۔ زبردست کالے بادل اُٹھے اور ستارے بجھ گئے! جیسے ہی دونوں جنگل میں پہنچے، مکمل طور پر تاریکی چھا گئی۔ ایک دم بجلی کا ایسا جھما کا ہوا کہ ہر شے رَوشن ہو گئی اور معلوم ہوا کہ دِن نکل آیا۔ روشنی کے مختصر وَقفے میں انہیں ایک ایسا درخت نظر آگیا جو بہت ہی گھنا تھا۔ اس کے تنے بھی بہت سے تھے اور پورا درخت ایک چھت کی طرح چھایا ہوا تھا۔ دونوں تیر کی طرح اس کے پاس پہنچے اور تنے سے ٹیک لگا کر ہانپنے لگے۔ اب بارش اتنی طاقت اور وَحشت کے ساتھ جنگل پر گری کہ مارٹن اور بارنی دُہل گئے۔ بارش چیخ رہی تھی، دھاڑ رہی تھی

اور درختوں پر کوڑے برسا رہی تھی۔ درخت بارش کے زور سے جھکے جا رہے تھے۔ ہوا اور بارش کے بھنور زمین سے آسمان تک چکر کھا رہے تھے۔ درختوں کی بڑی بڑی شاخیں ٹوٹ کر گر رہی تھیں اور ہوا سے اِدھر اُدھر اُڑ رہی تھیں۔ دونوں دوست دھڑکتے دِلوں کے ساتھ درخت سے چمٹے ہوئے تھے اور سوچ رہے تھے کہ شاید دنیا کا خاتمہ قریب ہے۔

کئی گھنٹوں کے بعد طوفان اسی طرح اچانک رک گیا، جیسے اچانک آیا تھا۔ اُمن کا پیغام دینے والے ستارے پھر روشن ہوگئے۔

درختوں کی پناہ چھوڑ کر انھوں نے واپسی کے لیے ساحل کا راستہ تلاش کرنا شروع کیا، لیکن اب یہ آسان نہ تھا۔ جگہ جگہ پانی بھرا تھا اور ٹوٹے ہوئے درختوں کی رکاوٹیں کھڑی تھیں۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ وہ جنگل کی طرف ایسی گھبراہٹ میں بھاگے تھے کہ راستے کا اندازہ نہ رہا اور ساحل کی سمت بھی بھول گئے۔ انھوں نے جنگل سے نکلنے کی جتنی کوشش کی اتنا ہی وہ گھنے جنگل میں گم ہوتے چلے گئے! آخر کار، ٹھوکریں کھاتے کھاتے تھک گئے تو جہاں تھے وہیں پر رات گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ انھوں نے ایک درخت کے تنے کے پاس ایک خشک جگہ تلاش کی اور تنے سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اسی حالت میں نیند آگئی۔

نونہال ادیب میں مضامین بھیجنے والوں کے لیے ضروری ہدایات

ہمدرد نونہال کے لیے نونہال جو مضامین خود کوشش کر کے لکھتے ہیں وہ اشاعت کے لیے منتخب کر لیے جاتے ہیں، مگر بعض نونہال رسالوں، اخباروں اور کتابوں سے نقل کر کے اپنے نام سے مضمون بھیج دیتے ہیں۔ یہ بری عادت ہے۔ آپ کو خود کوشش کر کے اپنے دماغ سے سوچ کر لکھنا چاہیے، تاکہ آپ مستقبل کے بہترین ادیب بن سکیں اور آپ پر مضمون کی چوری کا الزام نہ لگے۔ مضامین وغیرہ بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھیے:-

- ★ ایک کاغذ پر ایک سے زیادہ چیز نہ لکھیے۔ لکھنے کے لیے کاغذ کے چھوٹے چھوٹے پُرزے استعمال نہ کیجیے۔
- ★ اکثر مضمون نگار نونہال ہمیں لکھتے ہیں کہ انھوں نے کہانی یا مضمون بھیجا ہے اور وہ شائع نہیں ہوا۔ ایسے تمام نونہالوں کے لیے تحریر ہے کہ وہ کہانیاں اور مضمون جو شائع ہونے کے قابل ہوتے ہیں ہم ترتیب وار شائع کرتے ہیں۔
- ★ مضمونوں اور کہانیوں کی بھرمار نہ کیجیے۔ اچھے مضمون لکھنے کی کوشش کیجیے۔ مختصر، صاف اور دل چسپ لکھنے کی کوشش کیجیے۔ زیادہ مضمون بھیجنے کے بجائے مضمون کو اچھا بنانے پر توجہ اور وقت صرف کیجیے۔ اچھے مضمون سے بہت جلد شہرت ہوتی ہے۔

جاگو جگاؤ

ہمدرد اِنسائیکلوپیڈیا
نونہالانِ وطن کے لیے

پیارے بچّو! جاگو جگاؤ، علم حاصل کرو اور علم کی شمع ہاتھ میں لے کر دوسروں تک علم کی روشنی پہنچاؤ۔
علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم کی روشنی پہنچانا بڑا مقدس فریضہ ہے۔

حکیم محمد سعید

سوال: کیا وجہ ہے کہ دنیا کے کروڑوں انسان اپنی فطرت اور چال چلن کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟

(مرسلہ: کالج کا ایک طالب علم)

جواب: انسان کی فطرت اور چال چلن اس کے دماغ کے کارکردگی پر منحصر ہے۔ اور دماغ کی بے انتہا پیچیدہ کارکردگی کے بارے میں سائنسی تحقیقات فی الوقت بالکل ابتدائی مرحلے میں ہے۔ سائنس کا خیال ہے کہ اگر دماغ کی پیچیدہ کارکردگی کی چھان بین اس وقت ممکن نہیں تو کم از کم دماغ کو دیکھ کر ہی اُسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اس لئے وہ بندروں پر مختلف قسم کے تجربات کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سائنس داں بندر کی کھوپڑی کو اوپر سے گول کاٹ کر اس کی جگہ پلاسٹک کی ایک کھوپڑی لگادیتے ہیں۔ اس کے بعد بندر کو مختلف اقسام کے کیمیائی اجزا کے انجکشن دے کر اس کے دماغ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ شفّاف پلاسٹک کی کھوپڑی کے اندر سے دماغ اور اس کی سطح پر کی نسیں صاف نظر آتی ہیں اور دماغ کی نسوں میں کیمیائی اجزا کے انجکشن کی وجہ سے دورانِ خون کا گھٹنا اور بڑھنا بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔ دوران خون کے گھٹنے یا بڑھنے کے ساتھ سائنس داں جب زیرِ تجربہ بندر کی حرکات و سکنات کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں تو انھیں بندر کے مزاج و حرکات میں تبدیلی پیدا ہوتی نظر آنے لگتی ہے۔ اس قسم کے تجربات سے سائنس داں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دماغ کے غدود جو کیمیائی اجزا پیدا کرتے ہیں وہ دماغ کے خلیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جس سے انسان کے مزاج اور چال چلن میں اچھی یا بری تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ انسان کی فطرت اور چال چلن اُس کے دماغ کی کیمیائی خصوصیات پر منحصر ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ چوں کہ ہر انسان کے دماغ کی کیمیائی خصوصیات ایک جیسی نہیں ہوتیں اس لئے دنیا کا ہر آدمی فطرت اور چال چلن کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا کے سرِ ورق پر ایک زیرِ تجربہ بندر کے سر کی تصویر دی جا رہی ہے۔

سوال: انسان کی ناک سے خون کیوں نکلتا ہے جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ خون شریانوں اور وریدوں میں ہوتا ہے تو کیا کسی شریان کے پھٹ جانے سے ایسا ہوتا ہے؟ اگر

ایسا ہوتا ہے تو مُنھ یا آنکھ سے خُون کیوں نہیں نکلتا؟

(مرسلہ: لئیق انور اعظمی، نشکار پور)

جواب: ہمارے جسم کے ہر عضو کی بناوٹ جُداگانہ ہے۔ بعض اعضا نازک ہیں ان کی شریانیں اور رگیں بھی نازک ہیں، ناک ایسے ہی نازک اعضا میں شمار ہوتی ہے۔ ناک میں چوٹ لگ جائے تو خون آتا ہے یا پھر نکسیر پھُوٹ جانے سے خون نکل آتا ہے۔ کسی رگ کے پھٹ جانے سے ہی ایسا ہوتا ہے۔ مُنھ سے بھی خون آتا ہے لیکن کسی رگ کے پھٹنے سے نہیں بلکہ سِل یا دِق کے مرض میں پھیپھڑوں سے خون آتا ہے اور وہ مُنھ کا راستا تلاش کر لیتا ہے۔ مُنھ کی بناوٹ ناک سے مختلف ہوتی ہے اس لیے نکسیر والی بات صِرف ناک تک محدود رہتی ہے۔ منھ سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی صُورت آنکھ کی ہے۔ اُس سے آنسو آتے ہیں، خُون نہیں آتا لیکن ظاہر ہے کہ اگر کوئی نوک دار چیز آنکھ میں چُبھ جائے تو اس سے بھی خُون نکل آئے گا۔ یہاں وجہ مختلف ہوگی۔ الغرض خُون ہمارے جسم کے ہر حصّے میں موجُود ہے لیکن اُس کے بہہ نکلنے کی وجُوہ مختلف ہوتی ہیں۔ نازک اعضا کے معاملے میں ہمیں احتیاط برتنی چاہیے اور اُنھیں چوٹ سے بچانا چاہیے۔

سوال: ایک سوال میرے ذہن میں کھٹکتا ہے۔ میں وہ آپ کو بھیج رہی ہوں اور وہ یہ ہے کہ مُلکوں کے نقشے کس طرح بنائے جاتے ہیں۔

(مرسلہ: آنسہ نوشابہ بشیر، کراچی)

جواب: ملکوں کے نقشے پہلے ہاتھ سے بنائے جاتے ہیں اور اُن میں پہاڑوں، میدانوں اور سمندروں کے مختلف رنگ بھرے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اُن کی تصویر لے کر فلم تیار کر لی جاتی ہے اور پھر آفسٹ کے ذریعے سے بہت سے نقشے چھاپ لیے جاتے ہیں بالکل اُسی طرح جیسے اور تصویریں چھاپی جاتی ہیں۔ ہر ملک اپنے بارے میں ضروری اعداد و شمار محفوظ رکھتا ہے مثلاً وہ ملک کتنا لمبا ہے، کتنا چوڑا ہے، وہاں کتنے پہاڑ ہیں، وہ کہاں ہیں، دریا کتنے ہیں اور کہاں ہیں۔ الغرض تمام معلومات موجود ہوتی ہیں۔ اُن کی مدد سے وہ ملک اپنا نقشہ تیار کر لیتا ہے۔ پھر آپ ایسے تمام نقشوں

کو یک جاکر کے کسی برِّ اعظم، بحرِ اعظم یا پوری دنیا کا نقشہ تیار کر سکتے ہیں۔ اب جدید طریقہ یہ ہے کہ ہوائی فوٹوگرافی کے ذریعہ سے کسی بھی ملک یا کسی بھی خطّے کی تصویر اتاری جاتی ہے لیکن پہلے ہر نقشہ ہاتھ سے بنایا جاتا ہے، اُس میں مختلف رنگ بھرے جاتے ہیں اور پھر چھپائی کے جدید طریقوں سے اُس کی بہت سی نقلیں تیار کرلی جاتی ہیں۔

سَوال: لاطینی زبان سے کیا مراد ہے نیز یہ بتائیے کہ اِس زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے یا نہیں؟ (مرسلہ: قاری مشتاق احمد قریشی، نواب شاہ)

جواب: کسی زمانے میں رومن تہذیب کا بڑا چرچا تھا۔ روم اٹلی کا مشہور شہر ہے۔ اس کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔ اس تمام علاقے میں بولی جانے والی زبان "لیٹن" یا لاطینی کہلاتی ہے۔ دنیا کے دیگر قدیم زبانوں کی طرح اِس زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے انتظامات بھی موجود ہیں۔

سوال: اکثر دیکھا گیا ہے کہ چھپکلی اپنی دُم کٹ جانے کے بعد بھی زندہ رہتی ہے کیا دُم کٹ جانے کے بعد چھپکلی کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟

(مرسلہ: خواجہ ضیاء اللہ صابر ضیا۔ جڑانوالہ)

جواب: چھپکلی تو ایک کیڑا ہے، دُم کٹنے کے بعد تو گائے بیل بھی زندہ رہتے ہیں دراصل دُم اِن جانداروں کے جسم کا حصّہ ہونے کے باوجود اتنی اہم نہیں ہوتی کہ اُس کے بغیر اُن کی زندگی ہی خطرے میں پڑجائے۔ دُم کٹ جانے کے بعد دوبارہ تو نہیں اُگتی لیکن جس جگہ سے کٹتی ہے وہاں کا زخم بھر جاتا ہے اور چھپکلی کی صحت پر بظاہر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا۔

سَوال: "سَلفا ڈرگز" کیا ہوتی ہیں اور مائی سین کے جزء والی دواؤں کے نام ذرا تفصیل سے بتائیں۔

(مرسلہ: محمد شفیع، کراچی)

جواب: سَلفا ڈرگز کی ضرورت ان بیکٹریا کو تلف کرنے کے لیے محسوس کی گئی ہے جو بے شمار امراض کے ذمے دار سمجھے جاتے ہیں۔ جب تک نظریہ جراثیم عام نہیں ہوا تھا، اُس وقت تک اِن دواؤں کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی تھی یوں تو پینی

سلین کی ایجاد نے تہلکہ مچا دیا لیکن وہ نمونیا جیسے بعض مخصوص امراض کا علاج ہے۔ ماہرین ایسی دواؤں کی تلاش میں تھے جن کا دامن وسیع ہو اور جو گلے کی خرابی سے لے کر سینے کے امراض، بخار اور زخموں تک کے لیے مفید ہوں۔ سلفا ڈائزین، سلفا میزاتھین، سلفا ٹرائڈ وغیرہ شروع میں تیار کی گئیں اور اب اُن سے بھی زیادہ زُود اثر دوائیں آگئی ہیں جو اِن امراض کے بیکٹریا اور جراثیم کو ختم کر کے مریضوں کو جلد صحت یاب کر دیتی ہیں۔ مائی سین فیملی کی دوائیں اور بھی زیادہ قوی ہیں مثلاً ایرو مائی سین، ایکرو مائی سین، کلورو مائی سین وغیرہ وغیرہ۔

سوال: برقی مقناطیس کو ٹیلی گراف میں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے؟

(مرسلہ: افضل نسرین، سکھر)

جواب: ٹیلی گراف آفس میں آپ کو دو آلے نظر آئیں گے۔ ایک کو "موُرس کی" یعنی موُرس کی چابی کہتے ہیں اور دوسرا آلہ "مورس ساؤنڈر" یعنی آواز پیدا کرنے والا آلہ کہلاتا ہے۔ مورس ان آلوں کا موجد تھا اس لیے اس کا نام مشہور چلا آرہا ہے۔ جب تار بابو موُرس کی کو دباتا ہے تو برقی سرکٹ پورا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیے آواز کبھی تاروں پر سفر نہیں کرتی بلکہ بجلی، برقی رو یا برقی ارتعاشات جو اس آواز نے پیدا کیے ہیں، وہ آن کی آن میں تاروں کے ذریعہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں یہ برقی ارتعاشات مورس ساونڈر یا آواز پیدا کرنے والے آلے میں داخل ہوتے ہیں جس میں ایک برقی مقناطیس استعمال کیا جاتا ہے۔ برقی رو مقناطیسیت پیدا کر دیتی ہے اور ساؤنڈر کے اوپر لگی ہوئی دھات کی ایک پتی برقی مقناطیس پر گرتی ہے اس طرح یہاں وہی آواز پیدا ہوتی ہے جو تار بابو نے اپنی کی کے ذریعے پہلے اسٹیشن پر پیدا کی تھی۔ تار بابو سمجھتے ہیں کہ کس آواز کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ اس طرح تار کے الفاظ آوازوں میں تبدیل ہو کر کاغذ پر آجاتے ہیں اور ہمارا پیغام آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے۔

بڑھتی عمر اور مضبوط تر دانت

صحیح نشوونما کے لئے غذا کو اچھی طرح چبانے اور اس کو ہضم کرنے کی قوّت بے حد ضروری ہے۔ لیکن خود اس کا دارومدار مضبوط اور صحت مند دانتوں پر ہے۔ دانت اُسی وقت مضبوط، صحت مند اور خوبصورت رہ سکتے ہیں جب ان کی صحت اور صفائی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

عمدہ دانت زندگی بھر کے ساتھی ہوتے ہیں۔

اُن کی پوری پوری حفاظت ہمدرد منجن سے کیجئے۔ ہمدرد منجن گہرائی تک پہنچ کر ان کی صفائی کرتا ہے۔ دانتوں کو کیڑا لگنے سے بچاتا ہے۔ مسوڑھوں کی مالش کرتا ہے اور مُنہ کی بدبو کو دور کرتا ہے۔ اس کی ہلکی ہلکی ٹھنڈک اور خوشبو بڑی دلپسند ہے۔

ہمدرد منجن

مسکراہٹ میں کشش اور دانتوں میں سچے موتیوں کی چمک پیدا کرتا ہے۔

ہمدرد

ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان

کراچی — لاہور — راولپنڈی — پشاور

چینی لوک کہانی

لال گھوڑا

فرخندہ لودھی

پرانے زمانے کی بات ہے۔ چین کے ایک وزیر کی بیٹی پاؤچوآن کے حسن کا بڑا چرچا تھا۔ پاؤچوآن جتنی حسین تھی اتنی ہی پڑھی لکھی اور عقل مند تھی۔ وزیر کو اس سے بڑا پیار تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی بہت ہی اچھی جگہ بیاہی جائے۔

بڑے بڑے امیروں اور وزیروں کے بیٹے پاؤچوآن سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ اور یہی بات پریشانی کا سبب تھی۔ وزیر سوچتا کہ اگر اس نے کسی ایک کو چن لیا تو پھر باقی

امیدوار خاندانوں کو مایوسی ہوگی اور وہ اُس سے دُشمنی کرنے لگیں گے۔

آخر وزیر باتدبیر نے ایک تجویز سوچی۔ اُس نے اپنے محل میں ایک عظیم الشان مینار تعمیر کرایا۔ اس کی بناوٹ اور سجاوٹ پر بے بہا رُپیہ صَرف کیا۔ اس کے چاروں طرف پھُولوں کی بیلیں لٹکائیں ــــ پھر اُس نے اپنی بیٹی پاؤچوآن کو بلایا۔

پاؤچوآن آئی اور جُھک کر باپ کو سلام کیا۔ پھر ادب سے باپ کے حکم کا انتظار کرنے لگی۔ اُس لمحے وہ ہلکے نیلے ریشمی لباس میں آسمانی حُور معلوم ہوتی تھی۔ وزیر نے اپنی بیٹی کو حکم دینے کے انداز میں کہا،

"بیٹی! کل آپ اپنے لیے دُولھا کا اِنتخاب کریں گی۔"

پاؤچوآن کی آنکھیں حیرت سے کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔ جوان لڑکیاں اپنے لیے دُولھا خود تھوڑی چُنتی ہیں۔ اس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"آباجان! یہ کام میں کیوں کر کروں گی؟"

وزیر نے فیصلہ کُن انداز میں کہا،

"سب انتظام ہو چکا ہے بیٹی! کل صبح آپ اُس مینار میں کھڑی ہوں گی جو اس مقصد کے لیے باغ میں تعمیر کرایا گیا ہے اور یہ لو گیند ــــ" یہ کہہ کر وزیر نے ریشم سے کڑھا ہوا ایک خوب صُورت پنچ رنگا گیند بیٹی کو پکڑا کر کہا،

"جو نوجوان تم سے شادی کے امیدوار ہیں وہ باغ میں کھڑے انتظار کر رہے ہوں گے، تُم یہ گیند اُچھالنا، جو کوئی گیند کو پکڑے گا۔ اس سے تمھاری شادی ہو جائے گی۔" اتنا کہہ کر اُس نے بیٹی کو جانے کی اجازت دی۔

پاؤچوآن کے لیے یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ اور اہم تھا ــــ پاؤچوآن کی عادت تھی کہ جب اُس کے دماغ پر کچھ بوجھ ہوتا تو وہ باغ میں ٹہلنے چلی جاتی۔ تازہ دم ہو کر وہ بہتر طریقے سے سوچنے لگتی۔ چناں چہ پاؤچوآن نے اُلجھن دُور کرنے کے لیے باغ کا رُخ کیا، لیکن وہاں ایک بھکاری نوجوان کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ اس باغ میں گھاس کے ڈھیر پر سویا ہوا تھا۔ اُس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، مگر چہرے پر ایک خاص حُسن اور شان تھی۔ پاؤچوآن نے اسے جگایا اور پُوچھا،

"بھکاری! یہاں کیا کر رہے ہو؟" اُس کی آواز جھرنے کی طرح مترنّم تھی۔ بھکاری نوجوان نے جھجکے بغیر جواب دیا،

"باغ کا دَروازہ کھُلا تھا اور میں بہت تھک چُکا تھا۔"

پاؤ چِوآن نے اس کے لہجے سے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی عام آدمی نہیں۔ وہ ایک نہ ایک دن بڑا آدمی ضرور بنے گا۔ تاہم اُس نے رُعب سے کہا،

"تم جانتے ہو؟ یہ وزیرِ اعلا کا باغ ہے۔ اِس جُرم کی سزا میں تمھارا سر تن سے جُدا ہو سکتا ہے۔"

"جان کی پروا نہیں۔ میں نے آرام کر لیا ہے، اِس لیے اب چلا جاؤں گا۔" وہ جانے کے لیے اٹھا مگر پاؤ چِوآن نے اسے باتوں میں لگا لیا۔ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی اس نوجوان میں غیر معمولی دِل چسپی تھی۔ باتوں باتوں میں پاؤ چِوآن نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا اور اُسے کچھ سونا دیتے ہوئے کہا کہ اچھے اچھے کپڑے خرید کر شادی کے لیے قسمت آزمانے چلے آنا۔

دوسرے دن محل کے باغ میں خوب چہل پہل تھی۔ سینکڑوں اُمراء کے بیٹے اُمیدوار بَن کر آئے تھے اور مینار کے آس پاس گھُوم رہے تھے۔ مینار پر پاؤ چِوآن اکیلی کھڑی تھی اور سُورج کی رُوپہلی روشنی اس کے حُسن کو دوبالا کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بَیج رنگا گیند تھا۔ وہ بڑی شان اور تمکنت سے اپنے امیدواروں کو دیکھ رہی تھی۔

اچانک اس نے گیند ہوا میں اُچھال دی امیر زادوں نے پُرجوش نعرہ لگایا اور اپنے اپنے پَیروں میں گیند ڈھونڈنے لگے اِس دوران بھکاری نوجوان جس کا نام سیہہ تھا، زرق برق پوشاک پہنے بَیج رنگا گیند ہاتھ میں لیے ایک طرف کھڑا رہا۔ گیند اُس طرف کیسے چلا گیا، سب کو تشویش ہوئی۔ پاؤ چِوآن نے اس کی طرف جان بُوجھ کر پھینکا ہو گا۔ ہر اُمیدوار کو یہی گمان تھا۔

وزیر نے اُسی وقت اپنی بیٹی کی منگنی اس نوجوان سے کر دی۔ بعد میں جب پُوچھ گچھ کی تو پتا چلا کہ سیہہ اصل میں بھکاری ہے۔ وزیر کو بہت غصہ آیا اور اُس نے فیصلہ کیا کہ پاؤ چِوآن کی شادی اس بھکاری سے نہیں ہو گی۔ پاؤ چِوآن

نے کہا،

"ابّا جان! آپ زبان دے چکے ہیں۔"

وزیر نے سیخ پا ہو کر بیٹی سے کہا،

"یہ بیاہ نہیں ہوگا، اس نوجوان نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

لیکن یاؤ چوآن اَڑ گئی۔ باپ نے بیٹی کو سمجھانے کی بے حد کوشش کی، مگر اسے قائل نہ کر سکا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اگر یاؤ چوآن نے سیہہ سے شادی کی تو باپ کے گھر میں

کبھی نہ رہ سکے گی۔ بیٹی نے یہ فیصلہ قبول کر لیا۔ اور ٹھاٹھ باٹ کی زندگی، عالی شان محل، پیارے باپ اور جان چھڑکنے والی ماں کو چھوڑ کر سیہہ کے ساتھ چلی گئی اور اُس کے تنگ و تاریک نم دار غار میں رہنے لگی۔

دونوں مُفلسی کی زندگی گزارنے لگے، لیکن پاؤچوآن کو اندازہ ہوا کہ سیہہ کے خیالات بہت بلند ہیں وہ ہر وقت ترقی کے خواب دیکھتا ہے۔

جس علاقے میں وہ رہتے تھے وہاں ایک لال گھوڑے کی بڑی شہرت تھی۔ یہ گھوڑا اس قدر طاقت ور اور وحشی تھا کہ کسی کے قابو میں نہیں تھا۔ قد بھی خاصا بڑا تھا۔ اس کی ایال لہو کی طرح لال تھی۔ اسی لیے لوگ اُسے لال گھوڑا کہتے تھے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ سیہہ نے وحشی لال گھوڑے کو قابو میں لا کر سیدھا لیا ہے تو وہ حیران رہ گئے۔ اب وہ بہترین گھوڑے کا مالک تھا۔ اس کی شہرت دُور و نزدیک ہر جگہ پھیل گئی۔ اس کارنامے کے سبب سے اُسے فوج میں نوکری بھی مل گئی۔

وہ لمحہ بے حد اُداس تھا جب سیہہ نے ملازمت پر جاتے ہوئے اپنی جوان بیوی پاؤچوآن کو الوداع کہا۔ سیہہ نے پاؤچوآن کو یہ بھی سمجھایا کہ وہ اپنے باپ کے پاس چلی جائے۔ جنگ میں میری جان جا سکتی ہے۔ اس لیے پاؤچوآن کو ماں باپ کے پاس رہنا چاہیے۔ پاؤچوآن مضبوط ارادے کی لڑکی تھی۔ وہ آب دیدہ ہو کر کہنے لگی، "میں اپنے باپ کے گھر اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک تم کسی قابل نہیں ہو جاتے۔"

سیہہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا، کیوں کہ خود اس کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے۔ اُس نے بیوی کو خدا حافظ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

بدقسمتی سے فوج میں سیہہ کا مستقبل نہ بن سکا۔ اُسے دو مشہور جرنیلوں کے تحت کام کرنا پڑا۔ ان میں سے ایک جرنیل کا نام سُو تھا اور دوسرے کا وی۔ یہ دونوں جرنیل سیہہ کے ہم زُلف تھے۔ چناں چہ اُنھیں سیہہ سے شدید نفرت تھی۔ سیہہ اُن کے خاندان کے لیے بدنامی کا باعث بنا تھا۔ دونوں جرنیل سیہہ سے ہر قسم کا بُرا سلوک کرتے تھے۔ وزیر کے حکم پر وہ سیہہ کو قتل کرنے کا پروگرام بناتے۔

سیہہ ہر وقت ان کی بدسلوکی کی ذلت اُٹھاتا۔ اسے خطرناک مہم پر بھیجا جاتا۔ وہ جلد ہی جان پر کھیل کر مشکل سے مشکل کام کرنے کا عادی ہو گیا۔ حملے کے وقت جرنیل اسے سب سے آگے رکھتے۔ دُشمن کے ساتھ پہلا مقابلہ اُسی کا ہوتا۔ کبھی اُسے دُشمن کے علاقے کی جاسوسی کرنے کے لیے پہاڑ کی کسی بلند چوٹی پر بھیج دیا جاتا جہاں وہ دُشمن کی توپ کی عین زد میں ہوتا۔ کبھی اُسے فوج کے عقب میں سامان کی حفاظت کا کام سونپ دیا جاتا اور وہ سب سے پیچھے چور ڈاکوؤں کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتا بہادر سیہہ کے لیے یہ باتیں زیادہ اہمیت نہ رکھتی تھیں، مگر اُسے یقین ہو چلا تھا کہ ان حالات میں وہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے گا۔

سیہہ کو گھر سے رُخصت ہوئے دو برس ہی ہوئے تھے کہ سیہہ کے جنگ میں مرنے کی خبر پھیل گئی۔ وزیر کی بیگم امیرانہ لباس پہنے ملازموں کے ہمراہ اپنی بیٹی کے پاس غار میں پہنچی۔ بے چاری پاؤ چو آن بُرے حالوں تھی، اس نے ماں کے پیر چھوئے اور خاموش رہی۔ ماں اُسے سمجھاتی رہی کہ سیہہ کی موت کے بعد وہ واپس جا کر آرام اور سکون کی زندگی بسر کرے اور باپ کی ذلت نہ کرے۔ پاؤ چو آن اپنے شوہر کی یاد کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔ وہ واپس جانے پر آمادہ نہ ہوئی۔ موسم سرما کی زرد سہ پہر میں ماں بیٹی کتنی دیر تک بیٹھی روتی رہیں اور پھر جُدا ہو گئیں۔

سیہہ کی موت کی جھوٹی خبر اس لیے پھیلی تھی کہ جرنیل وی نے سیہہ کو اس کی بہادری کا جشن منانے کے بہانے کھانے کی دعوت دی تھی اور جب وہ کھانا کھا کر گہری نیند سو گیا تو اُسے لال گھوڑے کے ساتھ کس کر باندھا اور گھوڑا دوڑا دیا۔ گھوڑے کو اُس طرف دوڑا دیا گیا جدھر وادی میں دُشمنوں کی فوج کے خیمے گڑے تھے اور ان میں جلتے ہوئے دیے دُور سے ستاروں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ گھوڑا ڈھلانوں پر دوڑتا ہوا دُشمن کے علاقے میں چلا گیا۔ دُشمن کو خبردار کرنے کے جرنیل وی نے حکم دیا کہ زور زور سے نقارے بجائے جائیں۔ جب لال گھوڑا دُشمن کی زمین پر دوڑ رہا تھا تو اُنھوں نے اپنی بتیاں بُجھا کر نقاروں کے جواب میں اتنے ہی زور سے نقارے بجائے اور جنرل وی کو تسلی ہو گئی کہ اب سیہہ زندہ نہیں بچ سکتا۔

سیہہ گرفتار ہوگیا اور دُشمن فوج کے افسروں نے فیصلہ کیا کہ دن نکلتے ہی سیہہ کا سر قلم کر دیا جائے، لیکن بعض اوقات ایسے موقعوں پر مُعجزے رُونما ہوتے ہیں۔ اس مُلک کی جنگ جُو شہزادی فوج کی افسرِ اعلا تھی۔ اُس نے سیہہ کی بہادری کے چرچے سُن رکھے تھے۔ اور وہ اس بہادر کو دیکھنے کی آرزو رکھتی تھی۔ جب سیہہ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اُس کی شکل و صورت سے بے حد متاثر ہوئی اور اس کی جاں بخشی کرکے شادی کی درخواست کی۔ اب سیہہ کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ یا تو شہزادی سے شادی کرے یا موت قبول کرلے۔ اُس نے شادی کرلی۔

شادی کے چند ہی روز بعد شہزادی کا باپ چل بسا اس طرح سیہہ اس مُلک کا بادشاہ بن گیا۔ اب اُس کے پاس بیوی تھی، دولت تھی، سلطنت تھی، سب کچھ تھا مگر پہلی بیوی یاؤ یجُوآن کی یاد ایک لمحے کے لیے بھی اس کے دِل نہ نکلتی تھی۔

اُدھر یاؤ یجُوآن اسی طرح اپنے غار میں رہتی تھی۔ تنہائی کے باوجود وفادار تھی اُسے یقین نہیں آتا تھا کہ اُس کا شوہر مرچکا ہے۔ جب جب بہار کا موسم آتا وہ خوش رنگ پنچھیوں کے آنے کا انتظار کرتی جو موسمِ سرما اُن علاقوں میں کاٹ کر آتے تھے جہاں جنگ جاری تھی۔ شاید تنہائی اور شوہر کی یاد نے اس کے دماغ پر اثر کیا تھا کہ وہ گھنٹوں ان پردیسی پنچھیوں سے باتیں کرتی رہتی۔ وہ ان سے پوچھتی،

"کیا تم نے میرے شوہر کو کہیں دیکھا ہے؟"

اُس کا خیال تھا، شاید کوئی پنچھی اُس کا پیغام سیہہ تک پہنچا دے۔

موسم بہار کی ایک صبح تھی۔ سیہہ کے جانے کے بعد غالباً یہ بہار کا اٹھارہواں موسم تھا۔ وہ پرندوں سے باتیں کر رہی تھی کہ ایک ننھی سی نیلی زرد رنگ چڑیا نے ایسے سر ہلایا جیسے وہ یاؤ یجوآن کی بات کو سمجھتی ہو۔ یاؤ یجوآن نے دیوانوں کی طرح خوش ہوکر ہاتھ پھیلایا۔ چڑیا اُڑ کر اس کی کلائی پر آبیٹھی اور اپنی چمک دار پیار بھری آنکھوں سے یاؤ یجوآن کو دیکھنے لگی۔ پھر پھڑ پھڑا کر اُس کے کندھے پر آبیٹھی سے اُس کی گردن کو رگڑا۔ یاؤ یجوآن خوشی سے جھوم گئی۔ اُس نے جلدی جلدی اپنی پھٹی ہوئی قمیص سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا پھاڑا اور ایک نوکیلے پتھر سے اپنی انگلی پر زخم

گیا، خون سے سیمہ کے نام ایک پیغام لکھا اور آہستہ سے اُسے چڑیا کی نازک ٹانگ کے ساتھ باندھ کر اُسے ہوا میں اُڑا دیا۔ نیلے آسمان میں نیلے زرد رنگ پھیلے۔ پھر پرندے کی شکل فاصلے میں گم ہو گئی۔ صرف ایک دھبّا سا رہ گیا، اس سمت جہاں دو فوجیں ابھی تک لڑ رہی تھیں۔

یہ ننھی مُنّی چڑیا اُڑتی اُڑتی سیمہ کی راج دھانی میں پہنچ گئی۔ سیمہ اب ایک ذمّے دار شخص بن چکا تھا۔ وہ کونسل کی میٹنگ سے فارغ ہو کر محل کی بالکونی میں کھڑا بہار کا نظّارہ کر رہا تھا۔ نیچے باغ میں طرح طرح کے پھول کِھلے تھے۔ سیمہ خوبصورت منظر دیکھنے میں محو تھا کہ ننھی چڑیا وہاں پہنچی۔ سیمہ کو چڑیا نظر نہ آئی۔ کیوں کہ اُس کے رنگین چمکیلے پروں پر سفر کی گرد جمی ہوئی تھی۔ چڑیا بار بار اُس کے سامنے سے پروں

کو پھڑ پھڑاتی گزرتی تاکہ سیہہ کی توجہ اپنی طرف کھینچ سکے۔ اچانک سیہہ کی نظر چڑیا کی ٹانگ سے بندھی ہوئی پٹی پر پڑی۔ سیہہ نے چڑیا کو پکڑ کر اُس پٹی کو اُتار لیا جس پر اس کی بیوی نے اپنے خُون سے پیغام لکھا تھا۔

سیہہ کا دل خوشی سے دَھڑک اٹھا اور وہ ایک دَم شاہی اصطبل کی طرف بھاگا۔ اُس کا لال گھوڑا باہر لایا گیا۔ سیہہ اس پر سوار ہو کر ہوا ہو گیا۔ اگرچہ لال گھوڑا اب بوڑھا ہو چلا تھا لیکن پہاڑ، میدان اور دریا گھوڑے اور اُس کے سوار کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے۔ جب سیہہ ملک کی سرحد عبور کرنے والا تھا تو اس کی شہزادی بیوی اپنے ملازموں کے ساتھ سب سے تیز شاہی گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچ گئی۔

جنگ جُو شہزادی کا چہرہ غصّے سے تپ رہا تھا۔ اسے وہم تھا کہ اس کا شوہر اسے چھوڑ کر بھاگ رہا۔ سیہہ نے شہزادی کا غصّہ بھانپتے ہوئے اسے پُوری کہانی سنا دی اور اپنی جیب سے کپڑے پر لکھا ہوا پیغام نکال کر دکھایا۔ شہزادی پر اس دردناک کہانی کا بہت زیادہ اثر ہوا۔ اس نے سیہہ کو پاؤ چِو آن کے پاس جانے کی اجازت دے دی اور کہا،

"وہی کرو جو تم بہتر سمجھتے ہو۔"

پھر شہزادی غم زدہ سی ہو کر واپس اپنے محل چلی آئی اور سیہہ نے اپنا گھوڑا اس راستے پر ڈال دیا جدھر اس کا پُرانا گھر تھا۔ بوڑھا گھوڑا اپنی لال ایال ہوا میں اُڑاتا بے شمار میل طے کر گیا۔

سخت گرمی کا موسم تھا اور پاؤ چِو آن اپنے غار کے باہر بیٹھی تھی۔ ہَولے ہَولے شام ہو رہی تھی اور وہ ابھی تک بانس کی ٹوکریاں بُن رہی تھی۔ وہ ان ٹوکریوں کو بیچ کر اپنا پیٹ پالتی تھی۔ اچانک اسے دُور دُور تک پھیلی ہوئی خاموش زمین پر بھاری سُموں کے پڑنے کی آواز سُنائی دی۔ اس کے ہاتھ چلتے چلتے رُک گئے۔ پل بھر کو وہ بالکل ساکت ہو کر رہ گئی۔ اس کے کم زور خشک گالوں پر خوشی کی لہر سی دوڑ گئی۔ سُموں کی ٹاپ اب قریب آتی جا رہی تھی۔ پھر عین اس کے سامنے لال ایال والا شاندار گھوڑا آ کر رُکا پاؤ چُو آن نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں اُٹھائیں۔

یہ لال گھوڑا ہی تھا۔ پاؤ چوآن نے اسے فوراً پہچان لیا۔ مگر کیا سوار اُس کا سیمہ ہی تھا۔ یہ انتہائی سنجیدہ باوقار شخص جس نے زردوزی پوشاک پہن رکھی تھی کوئی بہت اہم فرد معلوم ہوتا تھا۔ کیا یہ واقعی سیمہ تھا؟ خوشی کے مارے اس کے مُنھ سے چیخ نکل گئی۔ یہ سچ مچ سیمہ تھا۔ وہ آنکھیں جو مُسلسل اسے دیکھے جاتی تھیں سیمہ ہی کی تھیں۔

سیمہ گھوڑے سے اُتر آیا۔ اگر ننھّی نیلی زرد چڑیا وہاں موجود ہوتی تو دونوں کو ملتے دیکھ کر خوشی سے مر جاتی۔

کیا پاؤ چوآن نے سیمہ سے اٹھارہ برس کی غیر حاضری کی شکایت کی ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ اُلٹا اُس نے اپنے آپ کو بُرا بھلا کہا، کیوں کہ سیمہ نے اس سے تہِ دل سے معافی مانگ لی اور پاؤ چوآن کے سامنے جُھک گیا۔ وہ اس سے زیادہ اور کیا کرتا ویسے چین میں یہ کہاوت مشہور ہے کہ مرد کے گھٹنوں کے نیچے سونا ہوتا ہے۔ وہ عورت کے سامنے نہیں جُھک سکتا۔

بچّوں کے لیے ایک خوب صورت تحفہ

جاگو جگاؤ

حکیم محمد سعید کا مشہور و مقبول کالم
کتابی شکل میں

قیمت: دو رُپے

ہمدرد اکیڈمی، ہمدرد سنٹر، ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

اخبار نونہال

چوبیس ملکوں کا وقت

سوئٹزرلینڈ میں ایک ایسی دستی گھڑی ایجاد کی گئی ہے جس کے ایک مخصوص بٹن کو دبانے سے دنیا کے چوبیس ملکوں میں سے کسی بھی ملک کا وقت معلوم کیا جاسکتا ہے۔ یہ گھڑی خاص طور پر ان لوگوں کی سہولت کے لیے بنائی گئی جنھیں آئے دن غیر ممالک کے دَورے کرنے پڑتے ہیں۔

مرسلہ: شیدائے شفیق، کراچی

عجیب مخلوق

دنیا میں ایک ایسی مخلوق بھی ہے جو موت کو بھی دھوکہ دے سکتی ہے یہ ایک کیڑا ہے جس کا نام ٹارڈی گریڈ ہے۔ یہ کیڑا خردبین سے نظر آتا ہے فوٹو میں اسے کئی گُنا بڑا دکھایا جاتا ہے۔ اگر اس ننھی سی جان کے جسم سے پانی نکال دیا جائے تو یہ سو سال تک نیم مردہ حالت میں گزار سکتا ہے اور جب پانی میسّر آجائے تو پھر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ کیڑا پانی یا گیلی جگہ میں رہتا۔

مرسلہ: جاوید احمد صدیقی، کراچی

روزنامہ فقیر

پیرس میں ایک ایسا روزنامہ شائع ہوتا جو صرف فقیروں کے لیے ہے۔ اس کے سارے ایڈیٹر نامی گرامی فقیر ہیں اور اپنے اخبار میں خبروں کے علاوہ مانگنے کے جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مضمون بھی لکھتے ہیں۔ مرسلہ: پیرابرار نعیم، شکارپور

مکھیوں سے نرم برتاؤ کیجیے

جوآن ڈی لوتی اسپین کے شہر میڈرِڈ کے ایک کیفے میں بیٹھا ایک مکھّی کو بھگانے کی کوشش کر رہا تھا، جو بڑی دیر سے اُس کے گرد چکّر لگا رہی تھی۔ جب ہاتھ ہلانے سے نجات نہ ملی تو اس نے غصّے سے اخبار گول کر کے مکھّی کا نشانہ لیا۔ مکھّی کے بجائے اخبار سامنے کی میز پر بیٹھی ہوئی لڑکی کے لگا جو کافی پی رہی تھی۔ اخبار لگنے سے کافی کا مگ گر گیا اور سارے لباس پر دھبّے پڑ گئے۔ یہ دیکھ کر اس کا شوہر آگ بگولہ ہوگیا۔ اور اس نے پڈنگ کی پلیٹ اٹھائی اور جوآن پر دے ماری۔ جوآن اتفاق سے عین اس وقت اپنی میز پر جُھک گیا اور پلیٹ دوسری میز پر ایک نوجوان کو لگی۔ نوجوان نے فوری طور پر جوابی کارروائی کی اور اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے سارے ہوٹل کا سامان چکنا چُور ہوگیا۔ ذرا سی دیر میں پولیس آگئی۔ جوآن نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ البتہ انسپکٹر نے جوآن کو خبردار کیا کہ "آئندہ سے آپ مکھیوں سے نرم برتاؤ کریں۔"

مرسلہ: محمد عثمان بلّو، کراچی

نشست کا کمال

جرمنی میں ایک ایسی گاڑی بنائی گئی ہے جس کا کنڈکٹر نہیں ہوتا اس میں ایک ایک خانہ ہوتا ہے اور ہر خانے میں ایک نشست ہوتی ہے۔ نشست کے ساتھ ایک چھوٹا سا خانہ ہوتا ہے۔ جب مسافر کرایہ ڈالتا ہے تو اُتنے پیسوں کا ٹکٹ نکل آتا ہے۔ اور اگر مسافر کرایہ نہ ڈالے تو نشست اسے پکڑ لیتی ہے۔ مسافر اگر کرایہ کم ڈالے تب بھی نشست اسے پکڑ لیتی ہے۔ جب تک مسافر میٹر کے مطابق کرایہ نہ ڈالے نشست اُسے نہیں چھوڑتی۔

مرسلہ: ندیم سہیل، راول پنڈی

جوابات (صحیح لفظ بتائیے)

۱- منزل ۲- پارہ ۳- ناظرہ پڑھنا ۴- دَور کرنا ۵- متشابہ لگنا
۶- رَحل ۷- قرأت ۸- آمین ۹- صحاح سِتّہ ۱۰- عشرہ مُبشّرہ
۱۱- صحابیؓ (جمع صحابہ) ۱۲- غزوہ ۱۳- السّابقون الاوّلون ۱۴- تابعی (جمع تابعین) ۱۵- سَریہ
۱۶- دَورِجاہلیت ۱۷- تبع تابعین۔

علی ناصر زیدی

رائٹ برادران - ہوائی جہاز کے موجد

ھوائی جہاز کے موجد عام طور پر رائٹ برادران کہلاتے ہیں۔ یہ امریکی تھے اور انھوں نے کٹی ہاک کے ایک میدان سے انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا میں پرواز کی تھی۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء اگرچہ یہ پرواز صرف ۵۹ سیکنڈ یعنی تقریباً ایک منٹ جاری رہی اور اس دن ہوائی جہاز میں صرف ۸۱۲ فیٹ کا فاصلہ طے کیا گیا، لیکن اسی پرواز نے انسان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ آج ہوائی سفر اتنا عام ہو گیا ہے کہ ہمیں تیز رفتاری کے نئے ریکارڈ پر بھی کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ ہوائی سفر نے انسان میں نیا حوصلہ پیدا کیا اور اب وہ چاند پر پہنچنے کے بعد دوسری دنیاؤں کے سفر کا ارادہ کر رہا ہے۔

انسان کا اُڑنے کا شوق تقریباً اُتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان۔ وہ چڑیوں کو اُڑتے دیکھتا تھا تو خود بھی انھی کی طرح پرواز کرنے کی آرزو کرتا تھا۔ انسان نے اپنے بازوؤں پر چڑیوں جیسے بڑے بڑے پنکھ باندھ کر بھی اُڑنے کی کوشش کی، لیکن فائدہ کچھ نہیں ہوا۔ چند جانیں بھی اس شوق میں ضائع ہوئیں۔ کچھ ترقی ۱۷۶۶ء میں ہوئی جب ایک سائنس داں نے یہ معلوم کر لیا کہ ایک گیس ہوا سے بھی ہلکی ہوتی ہے۔ یہ تھی ہائیڈروجن۔ ایک اور شخص نے یہ سوچا کہ کیوں نہ غبارے میں ہائیڈروجن بھر کر انسان کو اس میں بٹھا کر اڑا دیا جائے؟

اس سلسلے میں دو بھائیوں نے ایک تجربہ کیا۔ اُن کے نام ایٹن اور ریائر مونٹ گرین تھے۔ وہ دونوں ایک دن دریا میں کشتی چلا رہے تھے کہ اُن میں سے ایک کا ریشمی کوٹ پانی میں گر پڑا۔ انھوں نے گھر واپس آکر اُسے سکھانے کے لیے تنور پر لٹکا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں بھائیوں نے دیکھا کہ گرم ہوا کے بھرنے سے کوٹ پھول رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اوپر اٹھ جائے گا۔ ان دونوں نے اس مشاہدے سے یہ نتیجہ نکالا کہ گرم ہوا عام ہوا

سے ہلکی ہوتی ہے۔ انھوں نے
گرم ہوا کا ایک غبارہ تیار کیا
جب وہ اُسے اُڑاتے تو
لوگ بہت حیران ہوتے تھے۔
۱۷۸۳ء میں انھوں نے
پھونس جلاکر ایک بہت بڑا
غبارہ دھوئیں سے
بھر لیا اور جب اسے
چھوڑا تو وہ نہایت
تیزی سے آسمان کی طرف
اٹھا اور تھوڑی دیر بعد کوئی
آدھ میل دور زمین پر گر پڑا۔
یہی تجربہ بعد میں پیرس میں
دکھایا گیا۔ اس موقع پر غبارے
کے ساتھ ایک پنجرہ باندھ دیا گیا جس
میں ایک بھیڑ، ایک مُرغ اور ایک بطخ بند
کردی گئی تھی۔

فرانس کے بادشاہ کو اس پرواز کی
خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے ان
دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ وہ پیرس میں
رہیں اور پرواز پر تجربہ کریں۔ اسی سال ایک اور
غبارہ اُڑایا گیا، لیکن اس سے کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ پھر دو اور بھائیوں کو
کامیابی ہوئی جن کا نام رابرٹ تھا۔ ہائیڈروجن کی مدد سے ان کا غبارہ تین ہزار فیٹ کی بلندی تک
پہنچ گیا۔

اُن دنوں انگلستان کے دربار میں جو اطالوی سفیر تھا اُس کا نام ونسنٹ یوناوردی تھا۔ ۱۷۸۳ء میں اس نے لندن کے میدان میں ایک غبارہ تیار کیا جس میں وہ خود بیٹھا، اپنے ساتھ ایک کتے، بلّی اور ایک کبوتر کو بٹھا لیا۔ وہ شمال کی طرف اُڑا اور جنوب کے ایک مقام کے قریب ایک کھیت میں اُترا۔ اپنی بلّی اُس نے وہیں چھوڑی اور پھر غبارے میں سوار ہوگیا اور ایک دوسرے مقام پر اُترا۔ اسے دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔

عام خیال یہ ہے کہ ہوائی مشینیں ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگِ عظیم کے دوران استعمال کی گئی تھیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس سے پہلے پیرس کے محاصرے میں غبارے استعمال کیے گئے تھے۔ ساٹھ سے زیادہ غبارے اس شہر پر اُتارے گئے۔ یہاں جرمنی کے ایک سائنس دان کا ذکر ضروری ہے۔ اس کا نام کاؤنٹ زیپلن تھا۔ اسے ہوابازی کی واقفیت تو زیادہ نہ تھی، لیکن اسے ایک نئی دھات کا علم تھا جو اب تو گاؤں گاؤں عام ہوچکی ہے، لیکن اُس زمانے میں نہایت قیمتی تھی۔ یہ تھی آلمونیم۔ زیپلن نے اپنے طیارے میں یہی دھات استعمال کی تھی۔ اُس وقت تک انٹرنل کمبسچن (INTERNAL COMBUSTION ENGINE) ایجاد ہوچکا تھا جو موٹر میں کام آتا ہے۔ اس کی وجہ سے زیپلن کو شروع سے کافی کامیابی حاصل ہوئی۔ اس نے جو ہوائی جہاز بنائے تھے وہ اُس کے نام پر زیپلن کہلانے لگے۔ حق یہ ہے کہ اس شخص نے کافی کام کیا۔

اس کے بعد رائٹ برادرس کا نام آتا ہے۔ ہوابازی میں جو کامیابی انھیں حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نہ مل سکی۔ ان دونوں بھائیوں کو شروع ہی سے مشینوں کا بہت شوق تھا۔ وہ محنتی، مستقل مزاج اور ارادے کے پکے تھے۔ انھوں نے ۱۸۹۶ء میں اس طرف توجہ دی اور بہت سے تجربے کیے۔ آخر کار انھوں نے ایک پھسلنے والا ہوائی جہاز بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لیے انھوں نے خود ہی ایک پٹرول انجن بھی تیار کیا۔ تجربے کے وقت وہاں کے رہنے والوں کو تماشا دیکھنے کی دعوت دی گئی، لیکن صرف پانچ آدمی آئے۔ سب ان تجربوں کو فضول سمجھتے تھے۔

یہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء کی صبح کا واقعہ ہے۔ سردی بلا کی تھی۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ دونوں بھائیوں نے اپنا طیارہ نکالا اور قرعہ اندازی کی کہ پہلے اسے کون اُڑائے؟ — اوورول (ORVILLE) جیتا اور وہ مشین پر آیا۔ ولبر (WILBUR) نے طیارے کو دھکا دے کر اسٹارٹ کیا۔ مشین زمین سے اُٹھی اور ۱۲ سیکنڈ ہوا میں رہنے کے بعد ۱۲۰ فیٹ کے فاصلے پر

نیچے اُتر آئی۔ اس کے بعد ولبر نے اسے ۵۹ سیکنڈ تک ہوا میں رکھا۔

یہ تھی انسان کی پہلی پرواز، لیکن دُنیا اس کامیابی سے بے خبر تھی۔ رفتہ رفتہ یہ افواہیں گرم ہوئیں کہ دو آدمی ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو اس بات پر یقین آتا تھا۔ رائٹ برادران نے مزید تجربے کیے اور زیادہ طاقت ور مشینیں بنائیں۔ وہ کئی کئی منٹ ہوا میں رہنے لگے اور ایک میل سے زیادہ فاصلہ طے کر لیتے تھے۔ ۱۹۰۴ء میں ولبر نے چوبیس میل لمبی پرواز کی، لیکن پھر بھی بہت سے لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ انسان اُڑ بھی سکتا ہے۔

۱۹۰۸ء میں اورول امریکا میں ہی رہا اور ولبر فرانس چلا گیا۔ وہاں اُس نے بہت سی پروازیں کیں جنھیں عوام نے دیکھا۔ ۶ ستمبر ۱۹۰۸ء کو وہ ایک مسافر کو ساتھ لے کر ایک گھنٹہ چار منٹ تک پرواز کرتا رہا۔ اس سے پہلے کسی نے بھی اتنے وزن کے ساتھ اتنی لمبی پرواز نہیں کی تھی۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کو ولبر نے فرانس میں دو گھنٹے تک متواتر پرواز کی۔ وہ تین سو فیٹ کی بلندی تک پہنچا۔

رائٹ برادرس نے اس کامیابی کے بعد نمائشی پروازوں کا سلسلہ بند کر کے اب ہوائی جہاز بنانے اور دوسروں کو ہوابازی کی تربیت دینے کی طرف توجہ دی —— یہ کام کچھ دن چلتا رہا حتیٰ کہ وہ منحوس دن آیا جب موت نے بھائی کو بھائی سے جُدا کر دیا۔ ۳۰ مئی ۱۹۱۲ء کو ولبر رائٹ معیادی بخار میں مبتلا ہو کر مر گیا اور دوسرے بھائی کا دل ٹوٹ گیا۔

ان دو بھائیوں نے دنیا کو جو مفید ایجاد بخشی تھی وہ اب نہایت عام ہو چکی ہے۔ تیز رفتاری نے دُنیا کو مختصر بنا دیا ہے۔ آپ چند گھنٹوں میں ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچ سکتے ہیں۔

گزشتہ جنگ عظیم کے دوران طیاروں اور ہوابازی کو بہت ترقی ملی۔ جنگی ضروریات کی وجہ سے اس فن کو بہت سے ملکوں نے آگے بڑھایا۔ سفری ہوائی جہازوں کو بھی بہت آرام دہ اور تیز رفتار بنایا گیا۔ اب ایسے طیارے بن چکے ہیں جن میں ایک وقت میں کئی سو مسافر بیٹھ سکتے ہیں۔

اب آواز سے زیادہ رفتار حاصل کر لی گئی ہے۔ جیٹ طیاروں کی بدولت زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں۔ فنِ ہوابازی نے راکٹ سازی کے فن کو بھی ترقی دی اور انسان

چاند پر پہنچ گیا۔ اب مریخ اور زہرہ ستاروں پر جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انسان کی پرواز کی کوئی حد نظر نہیں آتی۔ ہر ملک نئے ریکارڈ قایم کرنے کی کوشش کر رہا ہے ہیلی کاپٹر جیسے چھوٹے طیارے سے لے کر دیو قامت جیٹ طیارے تک عام ہو گئے ہیں اور اس سلسلے میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔

وقت کی پابندی

قائدِ اعظم وقت کے بڑے پابند تھے۔ اس بارے میں کئی واقعات مشہور ہیں، لیکن اس واقعے سے بہت کم لوگ واقف ہوں گے۔ ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء کو اسٹیٹ بنیک کا افتتاح تھا۔ قائدِ اعظم اِس تقریب میں مہمانِ خصوصی تھے۔ وہ ٹھیک وقت پر تشریف لائے، لیکن وُزرا اور سرکاری افسران ابھی تقریب گاہ میں نہیں پہنچے تھے۔ اگلی صف میں کئی کرسیاں جو وزیروں اور بڑے افسروں کے لیے مخصوص تھیں خالی پڑی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر قائدِ اعظم کے چہرے پر سُرخی سی دوڑ گئی، انھوں نے کارروائی شروع کرنے کا حکم دیا ـــــ اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ:

"تقریب گاہ میں موجود تمام خالی کُرسیاں اُٹھا لی جائیں تاکہ جو حضرات بعد میں آئیں اُنھیں کھڑا رہنا پڑے، اس طرح انھیں پابندیِ وقت کا سبق ملے گا۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔

تقریب شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد کئی وُزرا تشریف لائے، لیکن کسی شخص کو ان کے لیے کرسی لے کر آنے یا کُرسی پیش کرنے کی جُرأت نہ ہوئی۔

تقریب کے دَوران یہ حضرات کھڑے رہے۔ اُن کا مارے شرم کے بُرا حال تھا۔ قائدِ اعظم روانہ ہونے لگے تو اُن حضرات نے دیر سے آنے پر بڑی معذرت کی۔ اس واقعے کے بعد کسی بڑے سے بڑے آدمی کو یہ جُرأت نہ ہو سکی کہ وہ تقریب میں دیر سے آئے۔

* * *

بچّوں میں دانتوں کی حفاظت کا احساس پیدا کیجیے
انہیں صبح و شام نیموڈینٹ سے
دانت صاف کرنے کی عادت ڈالیے

بچوں کو دانتوں کی صفائی پر مائل کرنا اب کچھ مشکل نہیں۔ ان میں یہ صحت مند عادت ڈالنے کے لئے لیموں، انناس اور اسٹرابیری ذائقہ کا نیموڈینٹ خاص طور پر تیار کیا گیا ہے۔ نیم جیسے آپ کے مسوڑوں اور دانتوں کے لئے مفید ہے ویسے ہی بچوں کے ناپختہ دانتوں اور نرم و نازک مسوڑوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس سے زندگی بھر مسوڑے صحت مند اور دانت خوش آب رہتے ہیں۔ بچوں کا نیموڈینٹ ان کے دانتوں، مسوڑھوں کی طرح نازک ہے۔

بچوں کے لئے خصوصی پیکنگ ۳ ذائقے: لیموں، انناس، اسٹرابیری

نیموڈینٹ

نیم کے موثر جوہر سے تیار کیا ہوا ٹوتھ پاؤڈر گھر میں سب کے لئے یکساں مفید

بڑوں کے لئے نیموڈینٹ الگ پیکنگ میں دستیاب ہے

ہمدرد

Adarts H/NDT 4/73

افریقہ کی کہانی ایک لڑکی کی زبانی

انجیر کا درخت

علی اسد

ہمارے بھائی جم نے جب اپنا فارم خرید لیا اور ہم کو چھوڑ کر وہیں رہنے لگے تو انھوں نے ہم سے یہ وعدہ کیا کہ اسکول میں جوں ہی چھٹیاں ہوں گی تو وہ ہم لوگوں کو آکر لے جائیں گے۔ چناں چہ ہم لوگ برابر ان کو یہ بات یاد دلاتے رہے اور انھیں خط لکھا کہ جمعہ کے بعد سے ہماری چھٹیاں شروع ہو جائیں گی، لہٰذا وہ ہفتے کے دن ہم کو لینے کے لیے آگئے۔

ان کا فارم پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ ہم لوگ اس علاقے سے ناواقف تھے۔ اس علاقے

میں بہت سے رینچ اور فارم ہیں۔ آپ اگر موٹر میں سوار ہو کر ادھر سے گزریں تو آپ کو سڑک کی موڑ پر تین نام تختیوں پر لکھے نظر آئیں گے۔ ہم نے جب ایک تختی پر اپنے بھائی کا نام دیکھا تو ہم کو بڑی خوشی ہوئی۔ ہم لوگ شاہراہ سے ایک ریتیلے راستے پر گھوم گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے یہ راستا جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا آسمان سے مل جاتا ہوگا۔ اپنے بھائی کے مکان تک پہنچنے سے پہلے ہم نے دو مکانات دیکھے۔ ہمارے بھائی نے ایک مکان کے مالک کا نام بتایا اور کہا کہ وہ بھلے آدمی ہیں اور ایک اچھے پڑوسی ہیں۔

"اور وہ دوسرا مکان؟" میں نے پوچھا۔

"معلوم نہیں اس میں کون رہتا ہے۔ ایک بار میں وہاں گیا تھا مگر وہاں اس وقت کوئی نہ تھا" میرے بھائی نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ شاید کاشت کاری نہیں کرتے۔ انھوں نے بڑے ویران مقام پر مکان بنایا ہے۔"

اس پر میں نے کہا کہ آپ نے اپنے دوسرے پڑوسی سے کیوں نہیں پوچھا کہ اس مکان میں کون رہتا ہے۔ میرے بھائی نے کہا مجھے اس کا خیال نہیں آیا۔

فارم پر بہت سے کام تھے جن میں ہم لوگ لگ گئے مثلاً مرغیوں کی دیکھ بھال کرنا۔ گائے کا دودھ دوہنا وغیرہ۔ ہمارے بھائی نے ہمارے لیے روزمرّہ کا ایک پروگرام مرتب کر دیا تھا اور ہم اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ شہر میں رہنے کے بعد دیہات کی زندگی بڑی پُر لطف معلوم ہوتی ہے۔ ہر کام اچھا لگتا ہے۔ مگر ہمارے بھائی ہم لوگوں سے زیادہ کام نہیں لینا چاہتے تھے لہٰذا فرصت کے اوقات میں ہم لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر خوب گھومتے تھے۔ چناں چہ اسی سیر و تفریح کے دوران ہم کو وہ لاوارث کان اور وہ خالی مکان دکھائی دے گیا۔

کان کے چاروں طرف جنگلا لگا ہوا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کان میں بہت عرصہ سے کام نہیں ہوا ہے۔ مکان کے چاروں طرف جو باغ تھا اس میں بھی ہر طرف جھاڑ جھنکاڑ پھیلا ہوا تھا، لیکن اتنا اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ کسی زمانے میں یہ باغ بڑا شاندار رہا ہوگا۔ مگر کھڑکیوں پر مچھروں کے لیے جو جالی لگی ہوئی تھی وہ ٹوٹی ہوئی نہ تھی اور دروازے کے قبضے بھی درست معلوم ہوتے تھے، کیوں کہ دروازہ اس طرح سے نہیں لٹک رہا تھا جس طرح سے فلموں میں دکھایا جاتا ہے کہ ویران شہر کے مکانات خالی پڑے ہیں اور ان کے دروازے جھول رہے ہیں۔

میں نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان کسی کا منتظر ہے۔"
ہم نے جب اپنے بڑے بھائی سے اس مکان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ انھوں نے لوگوں سے یہ سنا ہے کہ اس مکان کا نام ہے "فارسٹ منزل"۔ کئی سال سے یہ ویران پڑا ہے ہمارے بھائی کہنے لگے۔ "تم نے غور کیا کہ وہ مکان اس کان سے کچھ ہی دُور ہے مگر جگہ بڑی اچھی ہے وہاں میدانی علاقے کی سی شدید گرمی نہیں ہے اور پھر وہاں کا منظر بھی بڑا اچھا ہے۔ اگر کوئی شخص شہر کے ہنگاموں سے نجات حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے وہ مکان نہایت مناسب ہے۔"
'فارسٹ منزل' ہمارے ذہن پر بری طرح چھا گئی تھی لہذا میں اور میرا چھوٹا بھائی نیل قریب قریب روزانہ وہاں جاتے رہتے تھے۔ نیل اس مکان کی تصویر لینا چاہتا تھا تاکہ وہ اسکول میں تصویریں کھینچنے کا جو مقابلہ ہونے والا تھا اُس میں شریک ہو سکے۔ میری بھی خواہش تھی کہ نیل اس مکان کی تصویر کھینچ لے، اس لیے میں اس کے لیے بہترین زاویہ تلاش کرتی رہی بہرحال، تصویریں جب ہم تیار کر چکے تو ہم نے دیکھا کہ ایک تصویر میں زندگی کے آثار نظر آ رہے ہیں

نیل نے تین ۳ تصویریں کھینچی تھیں۔ پہلی تصویر میں خالی مکان کے کنارے ایک جسم تھا۔ ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے ہمارے آنے کی آہٹ سن لی ہو اور باہر نکل کر دیکھنے آیا ہو اور پھر تیزی سے اُلٹے پاؤں اندر چلا گیا ہو۔ دوسری اور تیسری تصویر میں کوئی نہ تھا۔ ایک لمبا تڑنگا آدمی کیمرے کو تاک رہا ہے۔ ہم لوگ بڑے حیران ہوئے، کیوں کہ ہم میں سے کسی نے اُس شخص کو نہیں دیکھا تھا۔ میں اپنے خیالوں میں مگن تھی اور نیل اپنے کیمرے میں مشغول تھا۔ تصویر میں اُس آدمی کا ناک نقشہ ٹھیک سے نہیں آیا تھا، کیوں کہ فاصلے کی وجہ سے تصویر ذرا دھندلی تھی۔

"شاید ہم لوگوں کی طرح کوئی اتفاق سے ادھر آنکلا ہو۔" میں نے کہا۔

"تو پھر اس نے ہم لوگوں سے بات کیوں نہیں کی؟" نیل نے کہا۔ "عام طور پر لوگ صاحب سلامت تو کر ہی لیتے ہیں۔"

"ممکن ہے اُسے اجنبی اچھے نہ لگتے ہوں،" میں نے عُذر لنگ پیش کرتے ہوئے کہا، "بہر حال اُسے پُراسرار بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" میں نے اپنے بھائی سے کہا۔

وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا اور بولا، "ہاں، اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔" اور ہم نے یہی کیا بھی۔

دوسرے دن ہم لوگ اسی مکان پر پہنچے۔ جب ہم مکان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میں نے مڑ کر نیل کی طرف دیکھا وہ اس وقت تک سیڑھیوں پر چڑھ کر مکان میں داخل ہو چکا تھا۔ میں بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔ ہم لوگ مختلف کمروں میں سے ہوتے اس مقام تک پہنچ گئے جو کبھی باورچی خانہ رہا ہوگا۔ ہم حیران ہو کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

"اب تو معاملہ اور بھی پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔" نیل نے کہا۔

اس کے بعد ہم کو ہتھوڑی کی آواز سنائی دی۔ میرے ذہن میں وہی پُراسرار آدمی تھا۔ لہٰذا میں سمجھی کہ وہ آدمی یہاں موجود ہے اور ہم دونوں کو کمرے میں بند کیے ڈال رہا ہے۔ چناں چہ اس سے پہلے کہ نیل مجھ کو روکتا میں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ باہر برآمدے میں ہتھوڑی کی آواز کا سبب نظر آگیا۔ میں حیران ہو کر رک گئی۔ یہاں پر کوئی تگڑا آدمی نہ تھا بلکہ ایک بوڑھی خاتون تھیں جن کے بال سفید ہو چکے تھے۔ وہ ایک سُوتی کپڑے کا لباس پہنے تھیں اور اُن کے سر پر تنکوں کی اتنی بڑی ہیٹ رکھی تھی کہ وہ ایک سماروغ (سانپ کی چھتری) بنی ہوئی تھیں۔ کم زور ہونے کے باوجود وہ بڑے زور زور سے جالی میں کیلیں ٹھونک رہی تھیں۔ اُنھوں نے

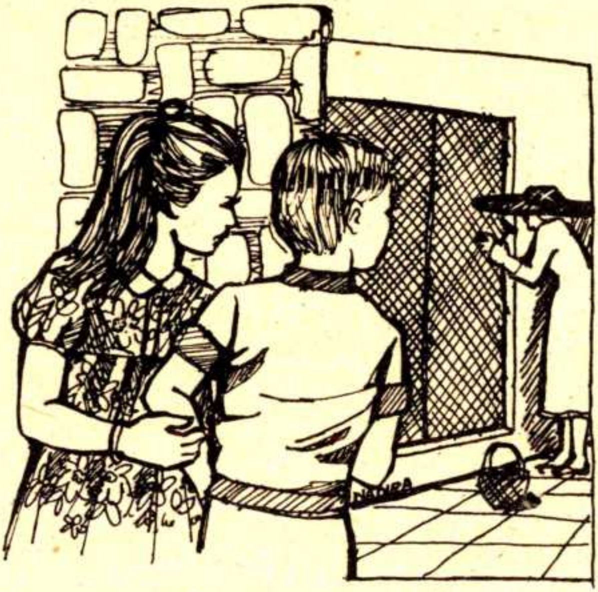

جب ہم کو دیکھا تو بولیں، "اے میاں صاحب زادے، ذرا تم میری مدد کرو۔"

کیلین کھٹو نکلنے کے دوران اُنھوں نے ہم کو بتایا کہ وہ کون ہیں۔ اُن کا نام ٹِلی فارِسٹ تھا۔ اور یہ مکان اُن کے بھائی کے نام پر تھا۔ اُن کے بھائی کا نام تھا ڈِلی فارِسٹ۔ "ایک زمانے میں میرے بھائی کی قسمت جاگ اٹھی تھی۔" بڑی بی نے ہم سے کہا۔ "میرے بھائی نے جب اس جگہ کو لیا تو وہ سمجھے کہ اُن کو بڑی دولت مِل گئی ہے۔ وہ سونے کی تلاش میں لگے ہوئے تھے لہذا انھوں نے سارا علاقہ چھان مارا۔ میں بھی اُن کے ساتھ جانا چاہتی تھی مگر وہ ہمیشہ ٹالتے رہے۔ جب انھوں نے یہ جگہ تلاش کر لی تو مجھ سے کہا کہ اچھا اب میں تمھارے لیے یہاں ایک مکان بناؤں گا اس میں تم خوب آرام سے رہ سکو گی۔"

وہ اپنا قصّہ سناتے سناتے ذرا دیر کے لیے رُک بھی جاتی تھیں۔ ہم دونوں چُپ چاپ سُنتے رہے۔ اُن کی باتوں میں مُخل نہ ہوئے۔ بڑی بی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، میرے بھائی نے میرے لیے بڑا خوب صورت مکان بنایا تم خود ہی دیکھ سکتے ہو۔ مکان بہت بڑا ہے مگر میرا بھائی ہر کام کو بڑے شان دار طریقے پر کرتا تھا۔ اُس کے پاس

رُ پیہ تھا لہذا اُس نے بنالیا۔ پھر اس نے مکان تک ایک سڑک بھی بنائی۔ پانی کی فراوانی تھی اور یہاں کی ہوا بھی بڑی صاف تھی۔ لوگ مجھ سے پُوچھتے تھے کہ میں یہاں تنہائی محسوس نہیں کرتی؟ بھلا پُوچھو کہ میرے باغ اور میرے پالتو جانوروں کے ہوتے ہوئے مجھے تنہائی کیوں محسوس ہوتی۔ وہ میری زندگی کا بہترین زمانہ تھا جب میں گھر کی دیکھ بھال کرتی تھی اور میرا بھائی کان میں کام کرتا تھا۔"

بڑی بی ذرا رُکیں اور پھر بولنے لگیں، "لیکن مجھے اس جگہ کو چھوڑنا پڑا۔ بات یہ تھی کہ مجھے اپنے والد کو انگلستان لے جانا پڑا۔ وہاں ان کا انتقال ہوگیا اور میں یہاں واپس آگئی۔ لیکن قبل اس کے کہ میں یہاں پہنچی، میرا بھائی ایک حادثہ کا شکار ہوگیا اور اس کا بھی انتقال ہوگیا۔ اُس وقت سے یہ مکان بند پڑا ہے۔ میں نے مکان بیچنا پسند نہیں کیا۔ رہ گئی سونے کی کان تو وہ میرے بھائی کے مرنے سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ میں اُس کو فروخت کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔"

"آپ تو میرے بھائی کے فارم اور اِسمتھ کے فارم کے درمیان رہتی ہیں؟" میں نے کہا، "یہ تو اتنے نزدیک ہیں کہ آپ بہ آسانی آسکتی ہیں اور گھر کی دیکھ بھال بھی کر سکتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔"

وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں اور بولیں، "تم بڑی ذہین ہو۔ بات یہ ہے کہ میں ذرا الگ تھلگ ہی رہنا چاہتی ہوں، میں نہایت خاموشی سے اپنی زندگی گزار رہی ہوں۔ شاید تم مجھ کو بے وقوف سمجھو کہ میں یادوں کی دنیا میں زندگی بسر کر رہی ہوں۔"

میں ان بڑی بی کو نہ تو بے وقوف سمجھ رہی تھی اور نہ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کسی کہانی کا کردار ہیں، یعنی ناقابلِ فہم ......

بڑی بی نے بتایا کہ اُنھوں نے ہم لوگوں کو تصویریں کھینچتے دیکھا تھا مگر اُنھوں نے مداخلت نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ یہ بڑی بی حیران ہونا جانتی ہی نہ تھیں۔ اُنھوں نے بتایا کہ اُنھوں نے کسی اجنبی شخص کو وہاں نہیں دیکھا۔ وہ بولیں، "اچھا، کوئی یہاں آیا تھا۔"، "ہاں پُرانے مکانات کو دیکھنے لوگ آجاتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر بڑی بی نے اُس آدمی کا معاملہ ختم کر دیا، مگر میں اور میرا بھائی نیل اُس آدمی کو نہ بھُول سکے اور ہم دونوں کے دل میں یہ خیال آتا رہا کہ ہمیں ان بڑی بی کی حفاظت کرنا چاہیے

حالاں کہ ہم یہ قطعی نہیں جانتے تھے کہ کس چیز سے اُن کو بچانا چاہیے ...... لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ ماضی میں اتنے عرصے تک رہتی چلی آئی ہیں کہ دنیا سے ان کا کوئی لگاؤ نہیں رہ گیا ہے۔

گھر واپس ہوتے وقت میں نے کہا، "کاش اس مکان میں لوگ پھر سے آباد ہو سکتے۔ اور بہت سے لڑکے اور لڑکیاں یہاں رہتے اس سے بڑی بی کو کتنی خوشی ہوتی۔ یہاں پھر سے چہل پہل ہوتی پالتو جانور ہوتے اور یہ باغ ہوتا۔"

دوسری بار جب ہم لوگ ادھر نکلے تو بڑی بی دکھائی نہ دیں۔ البتہ وہ آدمی دکھائی دے گیا۔ میں اور میرا بھائی نیل اتفاق سے اس آدمی کے پیچھے پہنچ گئے۔ وہ ایک دوسرے آدمی سے باتیں کر رہا تھا۔

"تم چاہے جو کچھ بھی سوچو"۔ وہ بولا، "مجھے تو ایک ایسے آدمی کا پتہ چلا ہے جو ولی فاسٹ کے ساتھ کام کرتا تھا۔ سونے کی کان تو خیر ختم ہو چکی تھی اور ولی اُسے چھوڑ کر جانے ہی والا تھا کہ اتنے میں وہ مر گیا۔ اس نے بہت دولت تو نہیں جمع کی مگر وہ غریب بھی نہ تھا اور پھر اُس نے اپنا رُپیہ کبھی بنک میں نہیں رکھا۔ اُس نے رُپیہ ایسی جگہ رکھا جہاں وہ اُس کو

دیکھ سکے اور چھو سکے وہ اکثر یہ شیخی بگھارتا تھا کہ میں جب چاہوں اپنی دولت کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہوں۔ لہٰذا اُس نے اپنی دولت یہیں سونے کی کان میں کہیں چھپا رکھی ہے۔ وہ پُرانے زمانے کا آدمی تھا۔ دقیانوسی اور ضدّی۔ اگر وہ اپنی دولت اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا تو یقیناً اُس نے ایسا ہی کیا ہوگا۔"

دُوسرا آدمی بولا، "اور تم اُس کی تلاش میں آئے ہو؟ اچھا تو پھر تم کرو گے کیا، کیا پورا علاقہ کھود ڈالو گے؟ اور پھر اُس کی ایک بہن بھی تو ہے؟ بہن کو کیا اپنے بھائی کے بارے میں سب باتیں یاد نہ ہوں گی؟ اُسے اپنے بھائی کی عادتوں کا علم نہ ہوگا؟ اور کیا اُس نے اُس دولت کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کی ہوگی؟"

"نہیں، اُس نے تلاش نہیں کی، وہ غربت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ اُسے دولت نہیں ملی۔ شاید اُس کا بھائی اُسے اپنی دولت میں سے کچھ دینا چاہتا تھا مگر وہ اچانک مر گیا۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اُس نے دولت یہیں دفن کر رکھی ہے۔"

"تو پھر تم شوق سے اُسے تلاش کرو!"

جب دونوں آدمی چلے گئے تو ہم لوگ سیدھے بڑی بی کے پاس پہنچے۔ ہمیں یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ بڑی بی کو اُس چھپی ہوئی دولت کا قصّہ معلوم تھا۔ "کیا لوگ اب بھی میرے بھائی کی دولت کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ میرے بھائی نے کوئی دولت نہیں چھوڑی، اس نے دولت کمائی ضرور مگر خرچ کر ڈالی۔ اُس نے یہ مکان بنایا اور وہ ہر ایک کو بڑی فراخ دلی سے رُپیہ دیتا تھا۔ جس کسی کو رُپے کی ضرورت ہوتی تھی وہ اس کے پاس آجاتا تھا اور کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ اُس کے عزیز، دوست سب ہی برابر اُس کے پاس آتے رہتے تھے۔ ہم دونوں بہن بھائی اسی طرح کا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ بہن، میں بہت تھوڑا سا رُپیہ بچا سکوں گا، مگر جس کو مدد کی ضرورت ہو اُس کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ اُس کو میری گزر اوقات کی بڑی فکر رہتی تھی، مگر وہ اچانک مر گیا۔"

ہم دونوں نے بڑی بی سے کہا، "کیا ہم لوگ آپ کے لیے اس دولت کو تلاش کریں؟" بڑی بی بولیں "ہرگز نہیں۔ جب تک وہ لوگ یہاں ہیں یہ کام ہرگز نہ کرنا۔ کل میں ان

لوگوں کو یہاں سے بھگا دوں گی۔ آخر یہ میری ملکیت ہے اُن کی یہ جرات کیسے ہوئی کہ دولت تلاش کرنے یہاں آئیں ؟"

بہر حال میں جب نیل کے ساتھ گھر واپس گئی تو پریشان رہی۔ میں نے کہا، "بڑی بی جب کل اُن آدمیوں سے بات کریں تو اُن کے ساتھ کسی کو ہونا چاہیے، مجھے اُس آدمی سے ڈر لگتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دولت وہاں موجود ہے۔"

ہم نے اپنے بڑے بھائی جم سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ ہم کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ ہمارا اُس مکان کی طرف آنا جانا بند نہ کر دیں گے، لیکن اس کے باوجود رات کے کھانے پر پھر وہی بات نکل پڑی۔ ہُوا یہ کہ ہمارے خاندان کے ایک دوست ہیں جن کو ہم لوگ چچا فلپ کہتے ہیں حالاں کہ اُن سے ہماری کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ یہ چچا فلپ شہر میں یتیموں کے لیے بہت کچھ کرتے رہتے تھے اور اب وہ اُن بچّوں کے لیے دیہات میں ایک مکان خریدنا چاہتے تھے۔ چناں چہ ہم نے اُنھیں فارسٹ منزل کے متعلق بتا دیا۔ "سونے کی کان سے کوئی خطرہ نہیں ہے، اُس کے چاروں طرف جنگلا لگا ہوا ہے۔ مکان اور باغ بہت مناسب رہیں گے بچّے باغ کی صفائی میں بہت خوش ہوں گے۔" میں نے آخر میں یہ بھی کہہ دیا، "مگر مِس فارسٹ مکان نہیں بیچیں گی۔"

مکان کی بات سُن کر چچا فلپ بولے، "اچھا میں اس کے بارے میں غور کروں گا۔" شہر کی گرمی کے بعد یہ جگہ صحت کے لیے تو واقعی بہت اچھی رہے گی۔"

دوسرے دن ہم دونوں پھر چہل قدمی کے لیے نکل گیے۔ جم شہر گئے ہوئے تھے لہٰذا بالکل فرصت تھی۔ اور ہم لوگوں نے تلاش شروع کر دی۔ تلاش سے میری مراد ہے چھپی ہوئی دولت کی تلاش تاکہ اُسے نکال کر بڑی بی کو دے سکیں اور کہیں، "لیجیے ہماری نیک تمناؤں کے ساتھ اس کو قبول کیجیے۔"

دن میں بڑی گرمی ہو رہی تھی، چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہم لوگ اس مکان کی طرف چلے ہی تھے کہ اتنے میں وہی آدمی نمودار ہو گیا۔

"تم لوگ کیا کر رہے ہو؟" اُس نے غصّہ سے پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" نیل نے تُرکی بہ تُرکی سوال کیا۔ "ہم نے مِس فارسٹ کو تمھارے بارے

میں بتا دیا ہے وہ تم کو یہاں سے بھگا دیں گی۔"
یہ سُن کر وہ آدمی تیوریاں چڑھا کر آگے بڑھا مگر پھر سنبھل گیا۔ اور بولا، "نہیں، کوئی بات نہیں میں تو گرمی سے بچنے کے لیے دیوار کے سائے میں ٹھہر گیا ہوں۔"
میں نے چپکے سے نیل کے ایک ٹھوکر ماری تاکہ وہ اور کچھ نہ کہے۔ پھر ہم لوگ وہاں سے کھسک گئے وہ آدمی بڑی دیر تک ہم لوگوں کو دیکھتا رہا اور پھر مکان کی آڑ میں ہو گیا۔ اُس وقت تک میں بہت پریشان ہو چکی تھی۔ "بڑی بی اُس آدمی کے ساتھ وہاں ہیں۔" میں نے کہا اور میں نے جو دیکھا تھا وہ نیل کو بتا دیا۔ بڑی بی کی ہیٹ کی پن راستہ میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کو پہچاننا آسان تھا، کیوں کہ اس پر چاندی کی ایک پرت چڑھی ہوئی تھی۔ میں نے اُس آدمی کے بازو پر کھرونچے کا ایک نشان بھی دیکھا تھا۔
"اُس نے بڑی بی کو بند کر دیا ہے۔" میں نے پریشان ہو کر کہا، "نیل بتاؤ کیا کریں؟" وہ بولا "چلو چلیں اور اُن کو بچائیں۔"
کہنا آسان تھا مگر کرنا بڑا مشکل تھا۔ بہرحال، ہم دبے پاؤں گھوم کر مکان کے پچھلے حصّے میں پہنچے اور دیکھا کہ اُس آدمی نے بڑی بی کو باورچی خانے میں بند کر رکھا ہے۔ ان کی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ بڑی بی کہہ رہی تھیں، "یہ نہ سمجھو کہ میں تم کو پہچانتی نہیں، تم موٹے ہو گئے ہو سُومس، جب تم اپنے چچا کے ساتھ چھٹیاں گزارنے آئے تھے تو اتنے موٹے نہ تھے۔ تمہارے چچا اچھے آدمی تھے اور اُن سے میرے بھائی کی دوستی تھی۔ تم اپنے چچا کے لیے ہمیشہ دردِ سر بنے رہے ایک بار اپنے ساتھ لانے کے بعد وہ تم کو پھر یہاں نہیں لائے۔ تم نے اُسی وقت میرے بھائی کی دولت کے بارے میں سُنا تھا۔ یہاں کوئی دولت نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ تم حق حلال کی روزی کمانا سیکھو!" یہ کہہ کر بڑی بی بہادری سے اُس آدمی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگیں۔
"میرے چچا کو دولت کے بارے میں یقین تھا۔ ممکن ہے انھوں نے اُس کو دیکھا بھی ہو۔ اگر انھوں نے اُس کو تلاش نہیں کیا تو کیا ہوا میں تلاش کروں گا۔ مجھے روکنے والا کون ہے۔؟" وہ دھمکاتے ہوئے بولا، "اگر وہ بچے نہ آ گئے ہوتے تو........"
"اور وہی بچے اس وقت سب کو خبر کر رہے ہوں گے۔" بڑی بی نے جواب دیا'

عین اسی وقت نیل کھڑکی پر گر پڑا۔ چناں چہ سومس نے ہم کو بھی پکڑ کر بڑی بی کے ساتھ بند کر دیا۔ بڑی بی ہم کو بھی گرفتار دیکھ کر ذرا بھی نہ گھبرائیں۔ ہماری ہمت بڑھانے کے لیے بولیں، "تمھارے بڑے بھائی تم کو ڈھونڈتے ہوئے یہاں آجائیں گے۔"

ہم نے یہ نہیں بتایا کہ جم باہر گئے ہوئے ہیں اور جب تک وہ واپس آئیں گے اس وقت تک سومس اپنا کام کر چکا ہو گا۔ ہم کو دیکھ کر وہ آدمی کچھ خوش نظر آیا۔ بڑی بی کو دیکھ کر بولا، "اگر تم نے یہ نہیں بتایا کہ دولت کہاں چھپی ہے تو پھر میں تم کو اور ان بچوں کو رات سے قبل پہاڑوں پر پہنچا دوں گا جہاں میرا ایک اڈا ہے وہاں تم کو بڑی تکلیف ہوگی بچے بھی پریشان ہو جائیں گے۔"

ہم دونوں بہن بھائی چلائے "مس فاسٹ اس کی بات نہ سنیے ______

"تو تم جانتی ہو کہ دولت کہاں ہے؟" وہ بولا "پہلے تم کو یقین نہیں آیا تھا۔ مگر جب ان

بچوں نے تم کو بتایا کہ میں یہاں ہوں تو پھر تم نے دولت کے بارے میں سوچا۔ آج سہ پہر جب تم آئیں تو تمھارے ہاتھ میں ایک پھاؤڑا تھا، تم کس جگہ پر کھودنا چاہتی تھیں؟"

اس کو نہ بتائیے!" نیل چلّایا، "کوئی نہ کوئی ہم کو تلاش کرلے گا خواہ یہ ہم کو کہیں بھی لے جائے۔ آپ ایک لفظ بھی نہ بولیے۔"

لیکن بڑی بی ان بچوں کو کسی طرح کے خطرے میں مبتلا کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

"ہاں، میں نے اس کے بارے میں غور کیا۔" بڑی بی نے ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، "ایک جگہ ہوسکتی ہے۔"

سومس نے یہ سن کر بڑے اشتیاق سے بڑی بی کے بازو پر ہاتھ اپنا رکھا۔ بڑی بی نے فوراً اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور بولیں "تم نے وہ انجیر کا درخت دیکھا ہے؟ میرے بھائی کو وہ درخت بہت پسند تھا۔ مجھے وہ پسند نہ تھا۔ میں اس درخت کو باغ میں رکھنا نہیں چاہتی تھی میں اس کو کاٹ ڈالنا چاہتی تھی، مگر میرے بھائی نے اس کو کاٹنے نہ دیا۔ کہنے لگا کہ اس انجیر کے درخت میں دولت ہے مگر یہ کسی کو نہ بتانا۔ میں اس پر جب اس کا مذاق اڑایا کرتی تو وہ کہا کرتا کہ تم جانتی نہیں، ایک کہاوت ہے کہ جہاں انجیر کا درخت ہے وہاں سونا ہے۔ اس پر میں کہا کرتی کہ سونا تو کان میں ہے نہ کہ انجیر کے درخت میں!"

اتنا کہہ کر بڑی بی نے فخر سے اپنا سر بلند کیا اور حقارت سے سومس کو دیکھنے لگیں، حالاں کہ اس وقت ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ اس کے بعد اس آدمی نے ہم کو بند کر دیا اور بڑی بی کا پھاؤڑا لے کر کھودنے لگا۔ میں یہ تصوّر کرنے لگا کہ بس اب ذرا ہی دیر میں پھاوڑا خزانے والے بکس پر پڑے گا اور سومس خزانہ لے کر چمپت ہوجائے گا اور ہم لوگ اس وقت تک یہاں بند پڑے رہیں گے جب تک کہ کوئی ہم کو تلاش کرنے نہیں آتا۔

پھر اچانک میں دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس پہنچی۔ دوسرے بھی میرے پیچھے وہاں آگئے۔ میں نے ایک موٹر کی آواز سنی اس کے بعد کچھ لوگوں اور بچوں کی آوازیں سنائی دیں، بچے خوب ہنس رہے تھے اور ایک دوسرے کو پکار رہے تھے۔ نیل سب سے پہلے سمجھ گیا۔ "چچا فلپ اور ان کے یتیم بچے آگئے ہیں، بچوں کو یہ مکان دکھانے لائے ہوں گے۔ بڑے اچھے وقت آگئے......"

اس کے بعد سنیل چلایا اور میں بھی اُس کے ساتھ چلانے لگی تاکہ چچا فلپ ہماری آوازیں سُن لیں۔

جس وقت ہم لوگ باہر نکلے تو سوسن غائب ہوچکا تھا وہ کود کر اپنی موٹر میں سوار ہوگیا اور بھاگ گیا۔ ہم کو بڑی مایوسی ہوئی مگر بڑی بی بولیں کہ اچھا ہوا اب وہ پھر کبھی نہیں آئے گا۔"

چچا فلپ نے خزانے کی تلاش کے لیے کھودنا شروع کر دیا اور جب انھوں نے زمین میں سے ایک بکس نکالا اور بڑی بی کو پیش کیا تو بولے "چلو انجام اچھا ہوا......" بکس میں خیر خزانہ تو نہیں تھا مگر بڑی بی بکس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں وہ رُپیہ کی وجہ سے اتنا خوش نہ تھیں جتنا کہ سنسنی کی وجہ سے۔ جانتے ہیں آپ انھوں نے کیا کیا انھوں نے اُس کے بدلے اپنا مکان ان یتیم بچوں کو دے دیا تاکہ چھٹیوں کے دن وہ اس میں گزاریں۔ کہنے لگیں کہ میں تو اپنے چھوٹے والے مکان میں رہا کروں گی اور جب یتیم بچے یہاں آئیں گے تو میں ان کا استقبال کروں گی۔ یہ جگہ ان بچوں کے لیے بہترین ہے۔ اس طرح یہ گھر ہمیشہ قائم رہے گی۔ دراصل یہ مکان ان ہی بچوں کا منتظر تھا۔ اس کے بعد وہ ہنسنے لگیں میں نے جب ان سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو بولیں میں سوسن کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ جب بھی کہیں انجیر کا درخت دیکھے گا تو بدحواس ہو جایا کرے گا۔ اور پھر ذرا سوچو تو افریقہ میں انجیر کے کتنے درخت ہوں گے

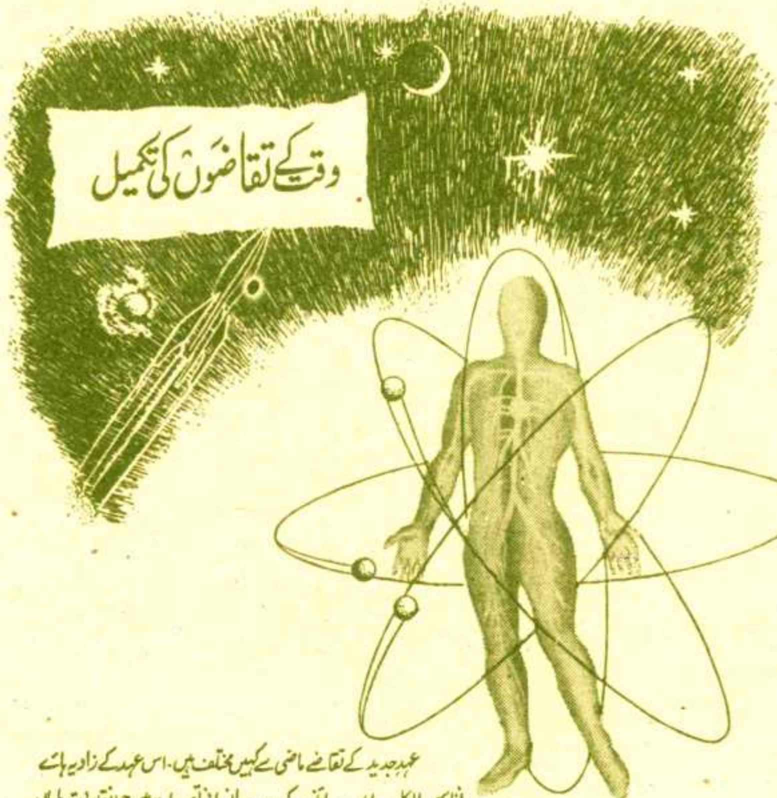

عہدِ جدید کے تقاضے ماضی سے کہیں مختلف ہیں۔ اس عہد کے زاویہ ہائے نظر بھی بالکل جدا ہیں۔ سائنس کی وجہ سے انسانی تصورات میں جو انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان کے معاشرتی ردِ عمل نے انسان کے لیے گوناگوں مسائل پیدا کر دیے ہیں ہمیں ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔

اِن ہی اہم مسائل میں صحت کا مسئلہ بھی ہے جسے ہمدرد اس دور کے تقاضوں کے مطابق ترقی یافتہ سائنسی طریقوں کی مدد سے حل کرنے کے لیے سرگرمِ کار ہے

ہمدرد

ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان

درخت اور بچّہ

خان زادہ سمیع انوری

نام سے میرے واقِف ہو تم
کام سے میرے واقِف ہو تم
پہلے میں بھی اِک پَودا تھا
تم سے بھی قد میں چھوٹا تھا
بڑھتے بڑھتے پیڑ بنا ہُوں
دھرتی کے سینے پہ کھڑا ہُوں
پھل دیتا ہُوں تم کو کتنے
اچھے اچھے میٹھے میٹھے
شوق سے جن کو کھاتے ہو تم
مزے نرالے پاتے ہو تم
پھل دیتے ہیں تم کو لذّت
لذّت سے ملتی ہے صحت
دھوپ سے جب تم گھبراتے ہو
چھاؤں میں میری سستاتے ہو
میرا تو بس کام ہے خدمت
خدمت سے پاتا ہوں راحت
تم کو کیا کرنا ہے بچّو!
خود ہی سوچو ۔ خود ہی جانو

شامِ ہمدرد

راولپنڈی ۴ر اکتوبر ۱۹۷۷ء

موضوع

تعلیمی درس گاہوں میں تربیتِ جمہوری

درس گاہوں کا کام ہے کہ طلبہ کے اخلاق سنواریں، انھیں محبِ وطن، فرض شناس، مُہذّب اور باادب بنائیں تاکہ وہ ووٹ کا صحیح استعمال کرسکیں

سید ذوالفقار علی شاہ

مولانا محمد سعید صاحب صدرِ مجلس	جناب سید ذوالفقار علی شاہ مہمان مقرر	بریگیڈیر گلزار احمد میزبان مقرر

شامِ ہمدرد

پشاور ۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۷ء

موضوع

گرتا ہوا معیارِ تعلیم

استاد ایک معمارِ قوم ہے۔ اُسے اپنے پیشے کے جو اُس نے اپنی مرضی سے چُنا ہے، تقدس، اہمیت اور ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے
پروفیسر عبدالرؤف نوشہروی

جناب پروفیسر جلال الدین خلجی
صدرِ مجلس

جناب پروفیسر عبدالرؤف نوشہروی
مہمان مقرر

سلسلہ نمبر ۱۴۰

معلوماتِ عامّہ

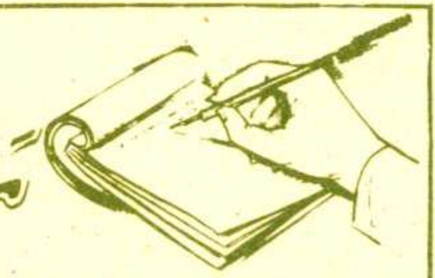

مرتبہ: کھتری عصمت علی پٹیل

نیچے لکھے ہوئے سوالات کے جوابات ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۷ء تک ہمیں بھیج دیجیے اور ان پر "معلوماتِ عامّہ ۱۴۰" ضرور لکھ دیجیے۔ جوابات ایک کاغذ پر نمبر وار لکھیے اور آخر میں اپنا نام اور پتا بھی لکھیے۔ تصویر کے پیچھے اپنا نام اور اپنے شہر یا قصبے کا نام ضرور لکھیے۔ صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام اور تصویریں فروری ۱۹۷۸ء کے شمارے میں شائع کی جائیں گی۔

۱۔ کیا آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اُن بہن کا نام بتا سکتے ہیں جو آپؓ سے پہلے ایمان لے آئیں تھیں؟

۲۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں سر سیّد احمد خاں نے مولانا شبلی نعمانی کو علی گڑھ کالج میں کن مضامین کا اُستاد مقرر کیا تھا؟

۳۔ بتائیے تمباکو نوشی دُنیا کے کِن مذاہب میں حرام ہے؟

۴۔ "فتاوئ عالم گیری" اب تک فقہ کی نہایت مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ کِس نے مُرتّب کرائی تھی؟

۵۔ بتائیے مشہور بندرگاہ "لِور پُول" کا تعلق کِس ملک سے ہے؟

۶۔ کیا آپ لفظ "کرانٹے" کے لُغوی معنی بتا سکتے ہیں؟

۷۔ بتائیے مَردوں کا دِل تیزی سے دَھڑکتا ہے یا عورتوں کا؟

۸۔ بتائیے اِنڈونیشیا کا دارالحکومت جکارتہ کس جزیرہ میں واقع ہے؟

۹۔ بتائیے رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی نمازِ جنازہ کِس نے پڑھائی تھی اور ان کا مزار بیت المقدس میں کس جگہ ہے؟

۱۰۔ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
اس کا دوسرا مِصرعہ بتا کر شعر مکمل کیجیے اور شاعر کا نام بتائیے؟

آج آپ کو ابھی سے نیند آرہی ہے؟
ہاں میں نیند کی گولیوں کے انتظار میں اب اور نہیں جاگ سکتا۔

نونہال مصوّر

شیخ محمّد ندیم، کراچی

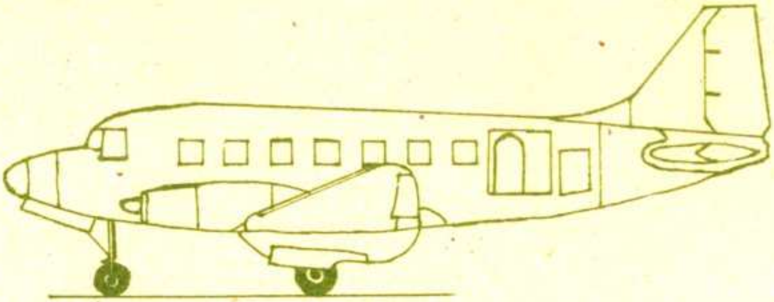

ذوالفقار احمد، چک لالہ

سیدہ عفرا رضوی، لاہور

رئیس احمد شیخ، کراچی

فریدہ بانو، بہاول پور

صحت مند نونہال

اس صفحے پر ہر ماہ دس سال تک کے صحت مند بچوں کی صاف تصویریں شائع ہوتی ہیں۔ اگر آپ کے پاس بھی ایسی تصویریں ہوں تو بھیج دیجیے، لیکن تصویر میں بچے کے علاوہ کچھ اور چیز (کرسی، میز، گل دان وغیرہ) نہ ہو۔ تصویر ذرا بڑی ہو۔

احمد اللہ خاں، میرپور خاص

عامر دبیر، حیدر آباد

محمد ارشد راجپوت، نواب شاہ

ناصر علی ہاشمی، ٹنڈو الہ یار

خرم اقتدار، کراچی

عقیل احمد، حیدر آباد

نہال احمد صدیقی، کراچی

شعیب احمد خاں ، کراچی

سید ارشد علی ہاشمی ، کراچی

سیدہ ام کلثوم ، کراچی

محمد اکمل ، کراچی

محمد یٰسین شیخ ، کراچی

طارق احمد ، کراچی

شہزادہ فرخ قریشی ، کراچی

جاوید یوسف خاں ، کراچی

سیدہ مسرت ، کراچی

صحیح لفظ بتائیے

۱۔ تلاوت کے لحاظ سے قرآن مجید کے سات حصّوں میں سے ایک حصّہ۔
۲۔ تلاوت کے لحاظ سے قرآن مجید کے تیس حصّوں میں سے ایک حصّہ۔
۳۔ قرآن مجید کو دیکھ دیکھ کر پڑھنا۔
۴۔ قرآن مجید کا وقتِ مقرر پر پڑھنا یا ایک دوسرے کو حفظ قرآن مجید سنانا۔
۵۔ حافظِ قرآن کا ایک سُورت پڑھتے ہوئے بھول کر دوسری سُورت کی آیت پڑھنے لگ جانا۔
۶۔ وہ لکڑی کی گھوڑی جس پر قرآن مجید رکھ کر پڑھتے ہیں۔
۷۔ قرآن مجید کے حرفوں کو صحیح مخرج سے ادا کرنا۔
۸۔ ختم قرآن کی تقریب۔
۹۔ حدیث شریف کے چھے صحیح کتابوں کا مجموعی نام۔
۱۰۔ دس صحابہؓ جنھیں جنّت کی بشارت دی گئی تھی اُن کے لیے استعمال ہونے والا نام۔
۱۱۔ رسول اکرمؐ پر ایمان لاکر ان کی رفاقت میں رہنے والا۔
۱۲۔ وہ جہاد جس میں آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے۔
۱۳۔ وہ لوگ جنھوں نے حضور اکرم صلعم پر اسلام لانے میں سبقت کی۔
۱۴۔ وہ شخص جس نے صحابہؓ سے ملاقات کی ہو یا اُن سے تعلیم کا شرف پایا ہو۔
۱۵۔ رسول اکرمؐ کے زمانے کا وہ جہاد جس میں حضورؐ خود شریک نہیں ہوئے تھے۔
۱۶۔ تاریخ عرب کا وہ دَور جو اسلام سے پہلے تھا۔
۱۷۔ وہ شخص جس نے تابعین میں سے کسی سے ملاقات یا ان سے تعلیم حاصل کی ہو۔

(جوابات کے لیے دیکھیے صفحہ ۹۸)

رنگ برنگی پھلجھڑیاں

○ سر سید احمد خان کے خلاف کفر کے فتوے لگنے شروع ہوئے تو انھیں کسی نے بتایا کہ ایک مولوی صاحب عالمِ اسلام کے علما سے کفر کا فتوا حاصل کرنے کی غرض سے اس سال حج پر تشریف لے گئے ہیں۔ سر سید بولے،

"ہمارے کفر کی بھی کیا بات ہے کہ اس کے باعث ایک مولوی صاحب کو حج کی سعادت حاصل ہوئی۔"

نامعلوم

○ ایک صاحب کا جوتا چھوٹا تھا۔ انہیں چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا،

"کیوں بھئی! یہ تنگ جوتا کہاں سے لیا آپ نے؟" وہ جلے بھنے تو تھے ہی بولے، "درخت سے توڑا ہے۔"

وہ بولا، "بڑی جلدی کی آپ نے۔ چند مہینے صبر کر لیا ہوتا تو آپ کے ناپ کا ہو جاتا۔"

مرسلہ: سید راشد علی رشو وارثی، جھڈو

○ ننھا جاوید صبح کی نماز کے بعد گڑگڑا کر دعا مانگ رہا تھا، "یا اللہ جہلم کو پاکستان کا دارالخلافہ بنا دے۔" امی نے سنا تو حیران ہو کر پوچھا، "منے ایسی دعا کیوں مانگ رہے ہو؟"

منے نے بڑی معصومیت سے جواب دیا، "امی جان میں پرچے میں یہی لکھ کر آیا ہوں۔"

مرسلہ: سمیرہ قاضی، کراچی

○ میرے ایک دوست کا نام طُفیل ہے۔ جب اُس کے سالانہ امتحان کا نتیجہ نکلا تو سب نے پوچھا، "نتیجہ کیسا رہا۔" وہ مسرت سے بولا، "بھئی آج تو میرے نام کا "ط" اُڑ گیا۔"

مرسلہ: حفیظ مستور، کراچی

○ استاد: (شاگرد سے) بتاؤ مرزا غالب کہاں پیدا ہوئے؟

شاگرد: جناب گھر پر۔

مرسلہ: اسد اسمٰعیل، کراچی

پروفیسر: میں اس وقت بڑی پریشانی کے عالم میں ہوں۔

دوست: کیا پریشانی ہے پروفیسر صاحب؟

پروفیسر: میری عینک کھو گئی ہے، جب تک وہ نہ مل جائے، میں اُسے کیسے ڈھونڈ سکتا ہوں۔ مرسلہ: ساجد خان بھٹی، میانوالی

ملاقاتی: میں نے آپ کو گذشتہ ہفتے جو چھتری دی تھی اُسے لینے آیا ہوں۔

صاحبِ خانہ: مجھے بے حد افسوس ہے، میں نے وہ چھتری ایک دوست کو ضرورتاً دے دی ہے، کیا آپ کو اس وقت ضرورت ہے؟

ملاقاتی: نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے مگر میں نے جس دوست سے مانگ کر لی تھی، اس کو ضرورت ہے، وہ کہتا ہے کہ چھتری کا مالک مطالبہ کر رہا ہے۔ مرسلہ: محمودہ نسرین، اسلام آباد

ڈاکٹر: (مریض سے) اب تم تن درُست نظر آ رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے میری ہدایات کے مطابق آب و ہوا تبدیل کی تھی۔

مریض: جی ہاں۔

ڈاکٹر: کہاں گئے تھے؟

مریض: ایک دوسرے ڈاکٹر صاحب کے پاس۔

میاں: میری ٹوپی کہاں ہے؟

بیوی: آپ کے سر پر۔

میاں: اچھا ہوا تم نے بتا دیا ورنہ میں ننگے سَر دفتر چلا جاتا۔

ایک دوست دوسرے دوست سے: کیوں بھئی امتحان کب سے ہے؟

دوسرا دوست: ۱۵ ستمبر سے۔

پہلا دوست: کچھ تیاری بھی کی ہے؟

دوسرا دوست: کیوں نہیں، نیا قلم خریدا ہے، نئے کپڑے سلوائے ہیں اور ایک نئی گھڑی بھی لی ہے۔

ایک بار بَربَر اپنی دکان پر بیٹھا گاہکوں کا انتظار کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک نہایت پریشان اور گھبرایا ہوا ہپی لڑکا لمبے لمبے بال ہوا میں اُڑاتا دکان میں آکر بنچ پر بیٹھ گیا۔

باربر نے اُسے غور اور حیرت سے دیکھتے ہوا پوچھا، "تم کس قسم کے بال کٹواؤ گے؟"

ہپی نے جواب دیا، "میں بال کٹوانے نہیں آیا ہوں بات دراصل یہ ہے کہ میرے والد غصّے میں ہیں اور وہ میرے بال زبردستی کٹوانے کے لیے مجھے تلاش کر رہے ہیں، وہ ہر جگہ تلاش کریں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ میری تلاش میں یہاں نہیں آئیں گے۔

مرسلہ: خالد منظور حسین خان، کراچی

نونہال ادیب

نو عمر لکھنے والوں کے لکھے ہوئے مضامین کہانیاں اور نظمیں

بے فکری کا زور	مرزا ارشاد بیگ، کراچی
شہید کربلا	ملک خضر حیات، کلور کوٹ، میانوالی
قائداعظم غیروں کی نظر میں	سید مظہر علی، شہداد پور
پلاسٹک	امجد افضل، داؤد آباد بوریوالہ
سعودی عرب	درخشاں کوکب، کراچی
اُٹھ کوئی کام کر (نظم)	غفار پرویز پسنی، مکران
کاہل لڑکا	محمد معین خان، کراچی
بھائی جان کی موٹر	حاجی رؤف پاریکھ، کراچی
قائداعظم محمد علی جناحؒ (نظم)	طیبہ صدیقی، کراچی
لیزر شعاعیں	قاسم کاظمی، کراچی
اقوام متحدہ	خالد سعید بھٹی، سیالکوٹ
تمباکو نوشی کے مضر اثرات	علی محمد شہاب، میرپور خاص
یہ لوگ!	شائستہ ہارون رشید، کراچی
پیارا پھول (نظم)	محمد ابراہیم، ٹنڈو الہ یار
عجیب واقعہ	ندیم سہیل، راولپنڈی
کلمبو کا کارنامہ	عامر خلیل ادیل، گجرات
فورٹ منرو	سلیمان راہی، ڈیرہ غازی خاں
موٹا بادشاہ	لبنیٰ ثروت، کراچی

بے فکری کا زور

مرزا ارشاد بیگ، کراچی

ایک دن اکبر بادشاہ دربار لگائے بیٹھا تھا کہ ایک ہاتھی کے بے قابو ہو کر چھوٹ جانے سے ہٹو بچو کا غُل ہونے لگا بادشاہ نے کھڑکی کی طرف منہ کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان نے دوڑتے ہوئے ہاتھی کی دم پکڑ کر اسے فوراً روک لیا۔ بادشاہ نے اپنے مصاحب بیربل سے پوچھا، "کچھ سوچو تو سہی کہ اس میں اتنا زور کہاں سے آگیا۔" بیربل نے عرض کی، "جہاں پناہ! یہ صرف بے فکری کا زور ہے۔"

بادشاہ کو وزیر کی اس بات پر تعجب ہوا کہ بے فکری میں اتنی قوت کہاں سے آگئی۔ بیربل نے فوراً شہ زور نوجوان کو دربار میں بلوا کر کہا، "جہاں پناہ تمہاری شہ زوری دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں۔ آج سے ایک روپیہ روزانہ تمہیں تنخواہ ملا کرے گی اور کام صرف یہ ہے کہ شہر کے باہر فلاں خانقاہ پر ٹھیک شام کے وقت چراغ جلا آیا کرو لیکن یاد رہے کہ اگر ایک دن بھی وقت سے آگے پیچھے پہنچے تو پھانسی دے دی جائے گی۔" نوجوان نے یہ سن کر آداب بجالایا اور ہدایت کے مطابق ہر روز خانقاہ پر چراغ جلانے لگا۔

تھوڑے ہی دنوں بعد ایک بیل چھوٹ گیا اور نوجوان نے اس کی دُم پکڑ کر اسے روکنا چاہا تو بیل کو ٹھہرانے کی بجائے خود ہی دور تک گھسٹتا ہوا چلا گیا اور جب وہ دُم چھڑا کر بھاگا تو زمین پر آرہا۔

بادشاہ نے دیکھ کر فرمایا کہ واقعی فِکر مندی بُری چیز ہے۔

شہیدِ کربلا

مرسلہ: ملک غضنفر حیات، کلورکوٹ میانوالی

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دنیا میں شہنشاہ بھی ہوئے اور بادشاہ بھی سپہ سالار بھی ہوئے اور سپاہی بھی مقتول بھی ہوئے اور مظلوم بھی غازی بھی ہوئے اور شہید بھی۔ مگر کسی کی موت کو وہ سوگواری نصیب نہ ہوئی جو شہید کربلا کا مقدر ہو چکی تھی۔ آج اس مظلوم شہید کو خاک و خون میں تڑپے صدیاں بیت چکی ہیں مگر ماتم گساری اور سوگواری میں فرق نہیں آیا اس لیے نہیں کہ وہ محض نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، حضرت علیؓ کے فرزندِ دل بند تھے بلکہ اس لیے بھی کہ انہوں نے حق کے لیے گردن کٹائی سچائی کے لیے جان قربان کر دی تیغ و سناں سے خوف نہ کھایا خاندان بھر کے قیمتی لعل و جواہر کربلا کی تپتی ہوئی ریت میں کھو دیے اور آخر خود بھی اپنے لہو سے ریت کے ذرّوں کے منہ دھلا دیے۔ حالات کے پیشِ نظر

آپ نے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور مدینہ سے کُوچ کر کے مکّہ چلے گئے وہاں پہنچے تو اہلِ کُوفہ کے خطوط کا تانتا بندھ گیا ہر خط میں یہی لکھا تھا کہ آپ کے سوا کوئی نہیں جو اِسلام کی کشتی کو سنبھال سکے۔

یہ مہم اگرچہ خطرات سے پُر تھی لیکن وقت کا تقاضا یہی تھا کہ اس کا اہتمام کیا جائے۔ چناں چہ آپ نے مُسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا کہ وہاں کے حالات سے آگاہ کریں۔ مُسلم بن عقیل کوفے پہنچے تو کوفیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا پہلے ہی دن بارہ ہزار افراد نے بیعت کر لی چناں چہ آپ نے امامؑ کو لکھا "کوفہ آپ کا منتظر ہے جلد از جلد تشریف لایئے۔" آپ نے سفر کی تیاری کی اپنے خاندان والوں کو ہمراہ لیا اور خدا کا نام لے کر روانہ ہوئے۔ مقام ثعلبیہ پہنچے تو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ اکثر و بیشتر لوگ یزید کی بیعت کر چکے تھے۔ امام عالی مقام نے کربلا کے میدان میں اترنا زیادہ مناسب تصوّر فرمایا۔ خیمے نصب ہو گئے ریت پر جانمازیں بچھ گیئں۔

عمرؓ بن سعد رات کی تاریکی میں آپ سے ملا اور کہا کہ ابنِ زیاد کا ارادہ نیک نہیں ہے اس لیے آپ ہتھیار ڈال دیں اور اپنی اور اپنے رُفقا کی جان بچا لیں حضرت امامؑ نے فرمایا میری تین شرطیں ہیں آپ جسے چاہیں منظور کر لیں۔ عمرو بن سعد نے یہ شرائط ابنِ زیاد کو لکھیں۔ اُس نے کچھ سوچ کر ابن سعد کو لکھا کہ امامؑ پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کریں پھر میں انہیں دمشق روانہ کر دوں گا اس کے بعد دوسرا خط شمر کو بھیجا کہ اگر تم نے حسین کو گرفتار یا قتل کرنے میں تاخیر کی تو شمر لشکر کا سردار ہو گا۔ شمر نے آتے ہی دریا پر قبضہ کر لیا ننھے ننھے بچے خشک لبوں کے ساتھ حسرت بھری نگاہوں سے دریا کو دیکھتے مگر لب تر نہ کر سکتے تھے۔

محرّم کی دسویں تاریخ کا خورشید طلوع ہوا ابنِ سعد نے صفیں مرتّب کیں۔ اِدھر حسینی فوجیں جم گیئں بہتّر سپاہیوں کا ہزاروں سے مقابلہ زمین حیران آسمان ششدر تھا۔

حسینی فوج کے گنتی کے چند آدمی مقابلے پر ہزاروں دشمن مگر فوجِ امام کا ایک ایک فرد بہادری سے معرکہ آرا ہُوا اور جنابِ امام پر نثار ہو کر سرخرُو ہُوا۔ حضرت امام لاش پر لاش اُٹھاتے رہے، جواں بیٹے علی اکبر کی لاش، بھتیجے قاسم کی لاش اور بھائی عباس کی لاش! پھر جو خیمے کے اندر گئے تو ننھے علی اصغر کو پیاس سے جاں بلب پایا۔ آپ نے اُسے اٹھایا دشمن کے سامنے آئے اور کہا "اِس معصوم کے لیے پانی کے چند قطرے"، جواباً ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور پیارے معصوم کے حلق میں ترازُو ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچا لہو کا فوارہ سا اچھلا آپ نے خون چُلّو میں بھرا بے جان جگر گوشے کے جسم پر مَلا اور اُسے بھی شہیدوں کے ساتھ لِٹا دیا۔ آپ نے تلوار سونت لی اور دشمن

پر بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ شمر نے چھ جوان آپ کے پیچھے لگا دیے تھے جو بچ بچ کر وار کئے جاتے تھے ایک نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ آپ کا بایاں بازو کٹ کر الگ ہو گیا دایاں بازو پہلے ہی زخموں سے بے کار ہو چکا تھا۔ نمازِ عصر کا وقت تھا آپ اللہ کے حضور میں سر بہ سجود ہوتے شمر نے آگے بڑھ کر آپ کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اسلام تیری شانِ حسینی کو کیا ہوا
کیا کربلا میں پھر کوئی مطلوب ہے تجھے

قائدِ اعظم غیروں کی نظر میں

سید مظہر علی، شہداد پور

موہن داس کرم چند گاندھی :

یہ حقیقت ہے کہ قائد اعظمؒ بلا شبہ اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے، وہ سیرت و کردار کی اُن بُلندیوں پر تھے جہاں کوئی طمع، کوئی خوف، کوئی طعنہ انہیں اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا تھا وہ عزم و استقامت کے کوہِ گراں تھے۔

مسولینی :

قائد اعظمؒ ایک ایسی تاریخ ساز شخصیت ہیں جو کہیں صدیوں میں جا کر پیدا ہوتی ہے۔

سر فریڈرک کرافٹ :

میں نے اپنی زندگی میں اتنا زیادہ ہونہار اور ذہین بچہ پہلے کہیں نہیں دیکھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو :

قائد اعظمؒ اعلیٰ کردار و سیرت کے مالک تھے اور یہی وہ مؤثر حربہ تھا جس کے ذریعہ سے قائد اعظمؒ نے اپنی زندگی بھر کے معرکے کو سَر کیا۔

لارڈ چیمسفورڈ :

جناح بہت ہوشیار اور سمجھ دار ہیں اور یہ بہت بڑی زیادتی ہوگی کہ ایسا شخص ملک کے نظم و نسق سے بے تعلق رہے۔

سر وجنی نائیڈو :

اِن کی انسانیت میں بڑا بھولپن ہے۔ ان کا مشاہدہ ایک عورت کے مشاہدے کی طرح تیز اور نازک ہے۔ ان کے مزاج میں بچوّں کے مزاج کی سی شوخی اور دل کشی ہے وہ بنیادی طور پر عملی آدمی ہیں۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن :

قائد اعظمؒ اگر کسی فریق سے سمجھوتہ کرتے تھے تو مردانہ وار سمجھوتہ کرتے تھے قائد اعظمؒ نے کبھی کوئی سمجھوتہ جُھک کر اور بزدِلانہ انداز میں نہیں کیا یہی قائد اعظمؒ کی ایک بڑی خوبی تھی۔

گوکھلے :

جناح بے شمار صلاحیتوں کے مالک ہیں اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ جناح ہندو مسلم اتحاد کا قاصِد بنے گا۔

سرونسٹن چرچل :
قائداعظمؒ بڑے ذہین وفطین سیاست داں ہیں اور میں مسلمانوں کے اس بڑے لیڈر کی یاد کو کبھی دل سے بھول نہیں سکتا۔

راج گوپال اچاریہ :
قائداعظمؒ اعلیٰ کردار کے مالک ہیں ان کو ملک میں بہت مقبولیت حاصل ہے اور ان کی اندھی پیروی کی جارہی ہے جو سچی ہمدردی بھی ہے۔

پلاسٹک

امجد افضل، داؤد آباد بوریوالہ

پلاسٹک کا استعمال آج کل بہت بڑھ گیا ہے۔ اور یہ تیزی سے چمڑے، شیشے اور دھاتوں سے بنی ہوئی اشیاء کی جگہ لے رہا ہے۔

پلاسٹک حرارت اور بجلی کا غیر موصل ہے۔ یہ پائدار ہوتا ہے۔ سردی اور گرمی کا اس پر اثر نہیں ہوتا پلاسٹک کئی رنگوں میں تیار کیے جاسکتے ہیں۔ وزن میں نسبتاً ہلکے ہوتے ہیں۔ پلاسٹک دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) تھرمو پلاسٹک (THERMO)
(۲) تھرموسیٹنگ پلاسٹک (THERMOSETTING

تھرمو پلاسٹک لمبے لمبے سالمات (MOLE CULES) کا مجموعہ ہوتے ہیں جو گرم کرنے سے نرم ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف قسم کے سانچے استعمال کر کے ان سے کئی اشیا تیار کی جاتی ہیں۔ ان سے بچوں کے کھلونے اور عینکوں کے فریم وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

تھرموسیٹنگ پلاسٹک میں کچھ ایسے کیمیائی اجزا ہوتے ہیں جن کی موجودگی سے مزید عمل تکثیف ہوتا رہتا ہے۔ اس قسم کے پلاسٹک سے ریڈیو کے کیس، بجلی کا سامان، ٹیلیفون اور پہیوں کے خول وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں۔ پلاسٹک کی تیاری میں خام اشیا عموماً پٹرولیم، کول تار اور نباتاتی ذرائع سے حاصل کی جاتی ہیں۔ اور اس کا انحصار اس کی اقسام پر ہے۔

پلاسٹک سے بنی ہوئی چیزیں آج کل ہمارے روزمرّہ کے استعمال میں دیکھی جاتی ہیں۔ تھیلے، باورچی خانے کے برتن، فلمیں، گراموفون کے ریکارڈ، ٹیپ جوتے، حفاظتی شیشہ، چاقو چھریوں کے دستے ہوائی جہازوں کا سامان وغیرہ وغیرہ۔

سعودی عرب

درخشاں کوکب، کراچی

سربراہ مملکت : شاہ خالد بن عبد العزیز
رقبہ : نو لاکھ ستائیس ہزار مربع میل (۹،۲۷،۰۰۰)
آبادی : اسّی لاکھ (۸۰،۰۰،۰۰۰)
دارالسلطنت اور سب سے بڑا شہر : ریاض

بندرگاہ : جدّہ۔ دمّام عظیم المرتبت اسلامی
شہر:
مکّہ معظمہ۔

موسم گرما کی رہائش گاہ : طائف

مملکت سعودی عرب جزیرہ نما عرب کے بہت بڑے حصّے پر واقع ہے۔ دنیائے اسلام کے دو مقدّس شہر مکّہ مدینہ اس پاک سرزمین پر واقع ہیں۔ ملک کا بیشتر حصّہ ریگستانی ہے۔ مگر تیل کے عظیم ذخائر کی وجہ سے سعودی عرب کا شمار ممالک اسلامیہ کے دولت مند ترین ملکوں میں ہوتا ہے۔ تیل ملک کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۷۳ء میں تیل سے جو آمدنی ہوئی وہ چار لاکھ ستّر ہزار کروڑ امریکی ڈالر تھی۔ حکومت زراعت اور آب پاشی کو فروغ دینے میں کوشاں ہے۔ پیداوار میں کھجور، شہد، تازہ پھل، ٹماٹر، کھالیں اور چمڑے۔ اُون، دودھ سے بننے والی اشیا گیہوں، بارلی، کافی، چونا اور موتی قابل ذکر ہیں۔ برآمدات میں تیل اور اُون سے حاصل ہونی والی اشیا کھالیں اور چمڑے تربوز اور تانبا ہیں۔ عام استعمال کی اشیا درآمد کی جاتی ہیں ۱۹۷۲ء میں برآمدات پچاس لاکھ بائیس کروڑ ڈالر تھیں اور درآمدات ایک لاکھ اٹھائیس ڈالر تھیں۔

شاہ شریعت کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ مجلس شوریٰ کے لیے وزرا کا انتخاب بادشاہ خود کرتا ہے۔ اور فیصلے اکثریت کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں لیکن ان فیصلوں کے لیے شاہی منظوری ضروری ہے۔ انتظامی لحاظ سے ملک کے بڑے حصّوں میں نجارہ حجاز عصیو نجران اور مشرقی صوبہ شامل ہیں لوکل گورنمنٹ کے اہم محکمے، عام بلدیاتی کونسل قبائلی اور دیہاتی کونسل ہیں۔ خام تیل کی پیداوار کے لحاظ سے سعودی عرب مشرق وسطیٰ میں سب سے بڑا سمجھا جاتا ہے ملک میں تیل کے بڑے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ تیل کی لامحدود پیداوار اور آمدنی کی وجہ سے سعودی عرب کے تمام شہریوں کا علاج مفت ہوتا ہے اور ان کو دوائیں بھی مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ اس کا اطلاق باہر کے باشندوں پر بھی ہوتا ہے۔ ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم مفت دی جاتی ہے لیکن تعلیم لازمی نہیں ہے۔

کاہل لڑکا

محمد معین خان، کراچی

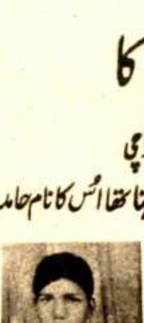

کسی شہر میں ایک لڑکا رہتا تھا اُس کا نام حامد تھا وہ نہایت ہی کام چور تھا اسی وجہ سے اسکول کے اُستاد بھی اُسے پسند نہیں کرتے تھے۔ استاد جو کام گھر کے لیے دیتے وہ اُسے نہیں کرتا تھا، سارا دن آوارہ لڑکوں میں گھومتا رہتا تھا اِس

لیے۔ نتیجہ اُسے بینچ پر گزارا کرنے تھے اُس کے ماں باپ بھی اُس سے بہت نالاں تھے۔ وہ گھر کا کوئی کام نہیں کرتا تھا، وہ گھر میں صرف اپنے باپ سے ڈرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ آوارہ لڑکوں کے ساتھ کھیل چکا تو شام کو گھر واپس آیا اور آتے ہی اُس نے ماں سے کھانا مانگا، ماں نے اُسے پیار سے کہا، "بیٹا آج گھر میں آٹا نہیں جاؤ بازار سے آٹا لے آؤ ابھی روٹی تیار ہو جائے گی گرم گرم کھا لینا۔" اُسے اپنی ماں کی بات بہت بُری لگی۔ اُس نے آٹے کے ڈبّے کو صحن میں پھینکا اور خود باہر نکل گیا یکایک اُسے اپنے باپ کی مار کا خیال آنے لگا اُس نے سوچا کہ ابا شام کو گھر آئیں گے تو اماں ضرور شکایت کریں گی۔ اس لیے اُس نے سوچا "آج گھر پر رات ہی نہ گزاری جائے آج رات خالہ کے گھر گزار لوں گا کل صبح واپس آجاؤں گا۔ اس کی خالہ کا گھر اُن کے گھر سے کافی دُور تھا اُس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے اُس نے سوچا پیدل ہی چلا جاؤں گا دو گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا اس طرح ابا بھی وہ بات بھول جائیں گے۔ اُس نے پیدل چلنا شروع کیا ایک گھنٹے چلتا رہا مگر بھوک کی وجہ سے اُس سے بالکل بھی نہیں چلا جا رہا تھا۔

رات کافی ہو رہی تھی ادھر ہلکی ہلکی بارش بھی ہونے لگی تھی وہ چھپنے کے لیے ایک ہوٹل میں چلا گیا۔ وہاں لوگ لذیذ کھانے کھا رہے تھے کھانے دیکھ کر اُس کے مُنھ میں پانی آگیا۔ ہوٹل کے مالک نے اُس کی یہ حالت دیکھی تو اُسے اپنے پاس بُلایا اور پوچھنے لگا، "کھانا کھاؤ گے۔" اس نے جلدی سے ہاں کر دی۔ وہ اُسے اندر لے گیا جہاں گندے برتنوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، مالک نے کہا، "اگر کھانا کھانا ہے تو پہلے برتنوں کو صاف کر دو۔" حامد چونکہ شروع ہی سے کام چور تھا اس لیے اُس کا دِل نہ مانا کہ وہ برتن دھوئے مگر اُسے بہت بھوک لگی تھی اس لیے اُس نے برتن صاف کر دیے برتن صاف کرنے کے بعد اُس نے کھانا کھایا۔ مگر وہ اپنے دل میں سوچتا رہا کہ اگر میں ماں کو آٹا لا دیتا تو سب بھائی بہنوں کے ساتھ کھانا کھاتا۔ یہ بات حامد کے دل پر بہت اثر کر گئی وہ سیدھا گھر آیا اور اپنی ماں سے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ اب وہ کام کے لیے اِنکار نہیں کرے گا۔ اُس کی ماں نے اُسے معاف کر دیا اور خوش ہو کر کہنے لگی، "بیٹا اچھا ہوا کہ تم ابھی سے سیدھے راستے پر آگئے۔" آگے چل کر حامد نیک لڑکا بن گیا اور محنت کرنے لگا پھر سب لوگ اُس کی تعریف کرنے لگے۔

اُٹھ کوئی کام کر

غفار پرویز پسنی، مکران

بے کار کیوں ہے؟ چُست ہو اُٹھ بیٹھ کوئی کام کر
کچھ کر دکھا دُنیا کو تو! مشہور اپنا نام کر
حیلے بہانے کب تلک؟ اِک پَل نہ کھو ہوشیار ہو!
جو کچھ بھی جیسے ہو سکے، ہر وقت صبح و شام کر

جو کام اب در پیش ہے رہنے نہ دے کل کے لیے
کر دے اسے پورا ابھی۔ ہمت کا دامن تھام کر
یہ کاہلی، کم ہمتی اور جی چرانا چھوڑ دے
بن مرد با اور میداں میں آ مردوں کی صورت کام کر
دنیا میں پھر کوئی نہیں خوف و خطر تیرے لیے
عزت بھی ہے رتبہ بھی ہے اور مال و زر تیرے لیے

بھائی جان کی موٹر

حاجی رؤف پاریکھ، کراچی

کرنا خدا کا یوں ہوا کہ بھائی جان کے نام دس ہزار رُپے کا پرایز بانڈ نکل آیا۔ کہتے ہیں کہ خدا گنجے کو ناخن نہیں دیتا، مگر یہاں آخر کار یہ مثل صحیح ثابت ہو گئی۔ اب بھائی جان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اِن دس ہزار رُپوں کو کس طرح ٹھکانے لگایا جائے۔ بھابی جان نے تو انہیں میک اَپ کا سامان اور اور ساڑھیاں غرارے لینے کو کہا مگر اس پر وہ اس لیے راضی نہیں ہوئے کہ اس میں خوُد ان کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ ہمارے دُودھ والے نے بھی اچھا مشورہ دیا۔ کہنے لگا،

"صاحب جی دس ہزار کی بھینسیں لے لیں، اللہ قسم بڑی برکت کی چیز ہے آپ لاکھوں میں کھیلیں گے۔"

جب ہم سے بھائی جان نے مشورہ لیا تو ہم بڑے چاؤ سے بولے، "کیوں نہ ایک عدد رسالہ جاری کیا جائے؟" اس پر بھائی جان اس طرح ہنسے جیسے کہہ رہے ہوں "احمق کہیں کا۔"

آخر بھائی جان کو ایک ترکیب سوجھ ہی گئی کسی نے انہیں ایک عدد سیکنڈ ہنڈ کار دس ہزار رُپے کے بدلے عطا کر دی۔ بھائی جان کا خیال تھا کہ ہم "بے کار" سے "صاحبِ کار" ہو گئے ہیں اور دس ہزار میں تو یہ گاڑی تقریباً مُفت پڑی ہے۔

البتہ ہمیں بھائی جان سے تھوڑا سا اختلاف تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ بیچنے والے نے کار بیچ کر ایک سکون کی سانس لی ہو گی اور اطمینان سے چلتا ہوا گھر جا کر گھوڑے بیچ کر سو گیا ہو گا۔

آپ کہیں گے "کیوں؟" تو آیئے ہم آپ کا تعارف اس "شے" سے کروا دیں جو موٹر سے کچھ ملتی جلتی ہے اور کبھی کبھی اُس کی طرح چلنے بھی لگتی ہے۔

اس موٹر نُما چیز میں پٹرول سے زیادہ بھائی جان کا دِل جلتا ہے۔ اس کی صورت دیکھ کر محلّے کے بچّے کھیل کوُد بند کر کے کونے کھدُروں میں دبک جاتے ہیں۔ اکثر کی تو گھگھی بندھ جاتی ہے۔ جب کبھی بھائی جان موُڈ میں ہوتے ہیں تو اس کا ہارن بجانے لگتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہارن سُن کر راہ گیر نہ صرف راستہ چھوڑ دیتے ہیں بلکہ گرتے گرتے بچتے ہیں۔ جب یہ گاڑی اسٹارٹ ہوتی ہے تو محلے بھر کے "ننھے" بچّے ماؤں کے کلیجے سے لپٹ جاتے ہیں اور مائیں سہم کر آیت

الکرسی پڑھنے لگتی ہیں۔ اور تو اور اسے دیکھ کر ایک بار چور اپنے پر کھڑا ہوا سپاہی بھی بھاگ نکلا تھا۔

کبھی کبھی اتفاق سے یہ گاڑی اسٹارٹ بھی ہو جاتی ہے اور معجزہ یہ کہ چلنے بھی لگتی ہے۔ حالاں کہ اس کی ظاہری شکل وصورت دیکھ کر جونڈ ہ کے میدان میں کسی تباہ شدہ بھارتی ٹینک کے ڈھانچے کا گمان ہوتا ہے۔ اکثر غیر ملکی سیاحوں نے اس کی تصویریں اُتاری ہیں اور دریافت کیا ہے کہ پہلی جنگِ عظیم کی یہ توپ کس جنرل نے استعمال کی تھی ؟

شروع شروع میں جب گاڑی خریدی گئی تھی تو ہارن کے علاوہ اس کا ہر پرزہ بولتا تھا مگر اب اُن پرزوں کے ساتھ ہارن بھی بھونکتا ہے۔ گاڑی میں اگرچہ اسپیڈو میٹر یعنی رفتار بتانے والا آلہ ایک حادثے میں اللہ کو پیارا ہوچکا ہے لیکن بھائی جان اس کے بغیر بھی رفتار معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ ایسے کہ جب چلتے چلتے گاڑی کا اکلوتا شیشہ بجنے لگتا ہے تو بھائی جان سمجھ جاتے ہیں کہ رفتار دس میل فی گھنٹہ ہے۔ جب شیشے کے ساتھ دروازے بھی بجنے لگیں تو یہ بیس میل فی گھنٹے کی رفتار کو ظاہر کرتے ہیں اور دروازے اور شیشے کے ساتھ سیٹیں بھی اچھلنے لگیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ رفتار تیس میل فی گھنٹہ ہے۔ اور اگر پوری گاڑی چلتے چلتے اور بجتے بجتے اچانک بند ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ بھائی جان اسے چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار پر چلانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

یوں تو روزی دینے والا خدا ہے، لیکن خدا روزی دینے کے لیے کسی نہ کسی واسطے کو ضرور پیدا کرتا ہے۔ یہ گاڑی بہت سے مستریوں کی روزی کی ذمہ دار ہے۔ اگر یہ گاڑی نہ ہوتی تو شہر کے بیشتر مستریوں کو فاقے کرنے پڑتے۔ سچ ہے خدا جسے دیتا ہے چھپّر پھاڑ کر دیتا ہے۔ یہ گاڑی سال میں صرف ایک دن چلتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ باقی تین سو چونسٹھ دن کہاں رہتی ہے ؟ تو اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مستری کے پاس۔

اس گاڑی کے آتے ہی ہمارے محلے میں دو تین مستری اپنی دکان کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کا کاروبار چل نکلا۔

ابھی چند دنوں پہلے کا ذکر ہے کہ بھائی جان ماتھے سے پسینہ پونچھتے اور ہانپتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ ہم نے پوچھا، "کیا ہوا بھائی جان ؟"

"ہونا کیا تھا۔ گاڑی مستری سے لے کر آرہا تھا کہ انجن گڑبڑ کرنے لگا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہچکیاں لے رہا ہو۔"

"آخری ہچکیاں ؟" ہم نے پوچھا مگر بھائی جان اپنی ہی دھن میں بولے گئے، "پھر انجن خاموش

ہوگیا۔"

"ہمیشہ کے لیے" ہم نے پوچھا۔ وہ بولے "یہ تو پتہ نہیں کیوں کہ گاڑی مستری کے پاس ہے۔" ہم نے بڑی مشکل سے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا اور سَر جُھکا کر سنجیدگی سے "موٹر مکینک گائڈ" کا مطالعہ کرنے لگے۔

قائد اعظم محمد علی جناح ؒ

طیبہ صدیقی، کراچی

قوم کا رہبر قائد اعظم ؒ
قوم کے پاسباں قائد اعظم ؒ
پاکستان بنایا جس نے
اونچی شان بڑھائی جس نے
آزادی کا سبق سِکھایا
جینے کا انداز سِکھایا
اس کا نام کیوں نہ لیں ہم
قوم کا رہبر قائد اعظم ؒ

لیزر شعاعیں

قاسم کاظمی، کراچی

آج کل کے چوٹی کے سائنس داں لیزر شعاعوں سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کے تجربات کر رہے ہیں۔ ان میں تعمیری اور تخریبی دونوں ہی نوعیت کے کام شامل ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق بڑی طاقتیں لیزر شعاعوں کو ہلاکت خیز ہتھیاروں کے طور پر استعمال کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

امریکی سائنس دانوں نے لیزر شعاعوں پر جو روشنی ڈالی ہے اس کے مطابق لیزر ایک طریقے کا نام ہے جس کے ذریعہ سے روشنی کی قوت کو لاکھوں گُنا بڑھایا جاسکتا ہے۔ روشنی بذاتِ خود ایک توانائی ہے اگر اس توانائی میں لاکھوں بلکہ کروڑوں گنا اضافہ کر کے اُسے کسی ایک مرکز میں مُرکوز کیا جاتا ہے۔ تو یہ طاقت انتہائی درجے کی مہلک بن جاتی ہے۔ اسی لحاظ سے لیزر شعاعوں کو موت کی شعاعوں کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

ان سائنس دانوں نے بتایا ہے کہ سب سے پہلے لیزر شعاعیں جولائی ۱۹۶۱ء میں ہلزائر کرافٹ کمپنی آف امریکا کی لیبارٹری میں استعمال کی گئی تھیں اور اُن کے انتہائی مفید اور انتہائی مہلک اثرات کا انداز لگایا گیا تھا۔ اس لیبارٹری میں جو لیزر آلہ استعمال کیا گیا اُس میں لعل کے قلم استعمال کیے گئے تھے۔ کیمیائی ترکیب کے لحاظ سے لعل میں روشنی جذب کرنے اور روشنی بڑھانے کی بہت بڑی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اندھیری رات میں بھی چمکتا رہتا ہے۔

لیزر کے بنیادی اجزا میں گلابی لعل کے دو انچ کے ٹیوب بھی شامل ہوتے ہیں جن کے ½ حصے

میں کرومین بھر دیا جاتا ہے اور اس سے ایک سکنڈ کے ہزارویں حصے میں بھی لعل کے پہلو میں روشنی کی بہت بڑی مقدار داخل کر دی جاتی ہے۔ جس سے ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور لعل کے دوسرے پہلو میں بہت بڑی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایسی حرارت ہوتی ہے کہ اس سے انتہائی چھوٹی جگہ میں بہت بڑی تپش پیدا کی جاسکتی ہے۔

امریکی سائنس دانوں کے مطابق ایک سادہ سے لیزر آلے کے ذریعہ سے ایک سکینڈ کے دس لاکھویں حصہ میں چار ہزار سنٹی گریڈ حرارت پیدا کی جاسکتی ہے۔ اور سخت ترین ہیرے میں بھی ایک سیکنڈ کے بیس لاکھویں حصہ میں سوراخ کیا جاسکتا ہے ان سائنس دانوں نے لیزر شعاعوں کو معجزہ قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی وجہ سے ہتھیاروں کی دنیا میں بہت بڑا انقلاب آجائے گا۔

امریکا نے جو طیارہ شکن لیزر گن تیار کی ہے اُسے ایک چھوٹی سی گاڑی میں رکھ کر چلایا جاسکتا ہے۔ لیزر آلات کو فوجی مقاصد کے علاوہ روزمرّہ کے کاموں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیزر آلات طب میں بھی حیرت انگیز تبدیلی پیدا کریں گے۔ مثال کے طور پر ان کی مدد سے آنکھوں کا آپریشن بغیر کسی تکلیف کے بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ سرطان کے علاج کے لیے تیر بہدف ثابت ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جسم کے دوسرے خلیوں کو متاثر کیے بغیر ہی سرطان کے خلیوں کے اُتار پھینکنے میں معالجوں کی مدد کریں گے اس کے علاوہ لیزر آلات کو آج کل موسمی پیش گوئیوں کے لیے بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ ان کی مدد سے بادلوں کی بلندی ان کی رفتار وغیرہ بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔

اقوام متحدہ

خالد سعید بھٹی، سیالکوٹ

اقوام متحدہ کی ضرورت کا احساس اس وقت پیدا ہوا جب دنیا دوسری جنگ عظیم کے شعلوں کی لپیٹ میں تھی۔ دنیا کے چند بڑے سیاست دانوں نے محسوس کیا کہ ایک ایسا ادارہ بنانا چاہیے جو آنے والی نسلوں کو جنگ کے عذاب سے بچائے، اور دنیا انسانی حقوق پر کامل یقین رکھتے ہوئے اس اصول کو فروغ دینے کی کوشش کرے۔

چناں چہ اگست ۱۹۴۱ء میں امریکا کے صدر روزویلٹ اور برطانیہ کے وزیراعظم چرچل نے ایک اعلان میں اقوام متحدہ کے قیام کی ضرورت پر زور دیا۔ یکم جنوری ۱۹۴۲ء کو چھبیس قوموں نے ایٹلانٹک چارٹر پر دستخط کیے۔ اس کے بعد اکیس دوسری قوموں نے بھی اس چارٹر سے وابستگی کا اعلان کیا۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو چین، روس، برطانیہ اور امریکا نے بھی اس ادارے

کے قائم ہونے پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد اگست سے اکتوبر ۱۹۴۴ء تک ڈمبارٹن اوکس کانفرنس ہوئی۔ جس میں چین، برطانیہ اور امریکا نے بین الاقوامی ادارے کے لیے ابتدائی تجاویز کا خاکہ پیش کیا۔

جون ۱۹۴۵ء میں امریکا کے ایک شہر سان فرانسسکو میں کانفرنس ہوئی جس میں چارٹر پر پچاس ممالک نے دستخط کیے۔ اس کانفرنس میں یہ بھی طے پایا کہ اقوام متحدہ اُس وقت تک اپنا کام شروع نہیں کرے گی جب تک تمام کی تمام بڑی طاقتیں اور چارٹر پر دستخط کرنے والے ممالک کی نصف تعداد اس کی توثیق نہیں کرے گی۔

یہ شرط ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء پوری ہوئی اور اس طرح ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو اقوام متحدہ وجود میں آ گئی۔

تمباکو نوشی کے مُضر اثرات

مرسلہ: علی محمد شہاب، میرپور خاص

رائل کالج آف فزیشن (برطانیہ) کے اجلاس میں بتایا گیا ہے کہ تمباکو نوشی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے۔ اس سے نہ صرف کالی کھانسی، پھیپھڑوں کے سرطان جیسی بیماریوں کا خطرہ لاحق ہوتا ہے بلکہ جدید ترین تحقیقات کے مطابق سگریٹ نوشی سے طبعی عمر میں کمی آجاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق برطانیہ میں ہر سال بیس ہزار افراد سگریٹ نوشی کی عادت کی وجہ سے اپنی طبعی موت سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ اگر سگریٹ دس سے پندرہ سال تک مکمل طور پر چھوڑ دیے جائیں تو موت کی شرح میں کمی ہو جاتی ہے۔

رائل کالج آف فزیشن کی رپورٹ کے مطابق سگریٹ نوشی کی عادت کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سگریٹ میں تارکول اور نکوٹین کے اثرات کم سے کم رکھیں جائیں۔ اس کے علاوہ اس قسم کے سگریٹ تیار کیے جائیں جن میں یہ دونوں مادّے کم سے کم ہوں۔ اس کے علاوہ اس قسم کی صنعت پر بھاری ٹیکس لگایا جائے تاکہ سگریٹ نوشی کے بڑھتے ہوئے رُجحان کو روکا جاسکے۔

آج کل ملک کے نونہالوں کی ایک بڑی تعداد ٹی۔وی اخبارات اور رسالوں میں سگریٹوں کے اشتہارات کو دیکھ کر سگریٹ پینے لگی ہے۔ بہت سے اسے شان کی بات سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ خراب عادت جلد سے جلد چھوڑ دینی چاہیے کیوں کہ مستقبل کے یہ پاکستانی اگر اپنی صحت گنوا بیٹھے تو پھر اس ملک کے کام کون سنوارے گا۔

یہ لوگ۔

شائستہ ہارون رشید، کراچی

اُس دن رمضان کا آٹھواں روزہ تھا۔ اسکول میں فزکس کی مس نے بہت سارا کام دیا تھا اور

فزکس کی کاپی میری کلاس فیلو نگہت کے پاس تھی۔ اسکول سے واپس آنے کے بعد میں امی سے پوچھ کر گرمی میں روزہ رکھنے کے باوجود نگہت کے گھر چلی گئی تاکہ اس سے اپنی کاپی لے سکوں۔ کاپی دینے کے بعد نگہت نے زبردستی مجھے روک لیا۔ اور بولی کہ تھوڑی دیر تو بیٹھو۔ جب میں بیٹھ گئی تو وہ مجھ سے بولی، "چائے پیو گی یا ٹھنڈا؟"

میں ایک دم چونکی اور سوچا کہ رمضان کا مہینہ ہے اور یہ کیا کہہ رہی ہے؟

میں نے اس سے کہا، "دماغ تو صحیح ہے؟ کیا روزہ نہیں تمہارا؟" تو وہ زور سے ہنسی اور بولی، اوہو تمہارا روزہ ہے، مجھے نہیں معلوم تھا: دراصل میں روزہ نہیں رکھتی ہوں کیوں کہ پیاس سے میرا دم گھٹنے لگتا ہے"

میں نے کہا، "اچھا تم روزہ نہیں رکھتی ہو تو کیا تمھارے گھر والے بھی روزہ نہیں رکھتے ہیں؟ جو تم رمضان میں کھانے پینے کی باتیں کر رہی ہو۔ اپنے گھر والوں کے روزے کا خیال کر لیا کرو"

نگہت بولی، "ہمارے گھر کوئی روزہ نہیں رکھتا کیوں کہ ڈیڈی اپنے کام میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ وہ تو ویسے ہی کئی وقت کا کھانا گول کر جاتے ہیں اور ممی کو تو ڈاکٹر نے کمزوری کی وجہ سے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے اور میرا بھائی جمی ابھی چھوٹا ہے (خیال رہے کہ جمی صاحب بارہ سال کے ہیں)

میں سوچنے لگی کہ پتا نہیں یہ کیسے مسلمان ہیں؟ اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں فزکس کی کاپی لے کر میں بوجھل قدموں سے اپنے گھر کی طرف چل دی۔

پیارا پھول

مرسلہ: محمد ابراہیم، ٹنڈوالہ یار

بُلبل جس کی دیوانی
تتلی جس کی مستانی
شہرت جس کی لاثانی
وہ ہے بچّو پیارا پھول

کلیوں کا ہے یہ سرتاج
گلشن میں ہے جس کا راج
جس کو چاہے دینا آج
وہ ہے بچّو پیارا پھول

ابراہیم بھی پیارا پھول
روز وہ جاتا ہے اسکول
پڑھنا اس کا ہے معمول
وہ ہے بچّو پیارا پھول

نیکی کا دستور بنے
آنکھوں کا جو نُور بنے
دنیا میں مشہور بنے
وہ ہے بچّو پیارا پھول

عجیب واقعہ

ندیم سہیل، راول پنڈی

یہ واقعہ پندرہ سولہ برس پہلے کا ہے۔ میرے والد لکڑی کے کاروبار کے سلسلے میں تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ چند دیہاتی شور مچاتے آئے، "سانپ، سانپ!" گاؤں کے کئی منچلے نوجوان جائے وقوع کی طرف دوڑے خوش قسمتی سے ان میں ایک ماہر شکاری بھی تھا۔ گاؤں سے نصف میل کے فاصلے پر لوگوں نے عجیب نظارہ دیکھا ایک دیہاتی رسے کی مدد سے کھجوریں توڑنے کے لیے کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی جھولی میں کھجوریں بھی ڈال رکھی تھیں اور اس کے اردگرد ایک لمبا سا سیاہ ناگ لپٹا ہوا تھا۔ بے چارہ آدمی بے حد پریشان تھا لیکن اس نے ابھی تک ڈسا نہ تھا اُس پر ایک رنگ آتا تھا اور دوسرا جاتا تھا سانپ کے ڈر سے واویلا بھی نہ کر سکتا تھا۔

شکاری سخت پریشانی کے عالم میں کھجور کے چاروں طرف چکر کاٹنے لگا۔ اُسے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ کرے تو کیا کرے اگر سانپ کو نشانہ بناتا ہے تو وہ آدمی بھی اُس کی زد میں آتا ہے۔ تھوڑی دیر میں سانپ کا شکنجہ آہستہ آہستہ تنگ ہونے لگا۔ اب تو لوگ بے حد گھبرائے اس آدمی کے وارث شکاری کی منت سماجت کرنے لگے کہ جس طرح بھی ہو، اس مصیبت سے نجات دلائے۔ انہوں نے اس بات کی بھی اجازت دے دی کہ سانپ کا نشانہ بنایا جائے اگر اس طرح آدمی کو گزند پہنچے تو یہ اس کی قسمت ورنہ ذمہ داری شکاری پر نہ ہوگی۔ اچانک سانپ کا پھن ایک طرف ڈھلک گیا۔ شکاری نے موقع غنیمت جانا اور ٹریگر کو دبا دیا گولی عین سانپ کے پھن پر لگی جس سے پھن کٹ گیا اور سیدھا آکر شکاری کی گردن سے جا ٹکرایا غالباً سانپ کے پھن نے شکاری کو ڈس لیا وہ تیورا کر گر پڑا اور چند لمحے بعد جاں بحق ہو گیا۔

یہ ڈرامہ اس قدر تیزی سے ہوا کہ سب ہی لوگ دم بخود رہ گئے تھے پھر شکاری کو بچانے کی کوشش کی تو وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا کھجور والے شخص نے سانپ کی کنڈلی اپنے جسم سے الگ کی اور صحیح سلامت نیچے اُتر آیا تمام لوگوں نے قدرت کا یہ معجزہ دیکھا اور ہکا بکا ہو گئے۔

سچ ہے جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے اور انسان کی موت جہاں لکھی ہوتی ہے وہاں آکر رہتی ہے۔

کلیمو کا کارنامہ

عامر خلیل اُوپل، گجرات

"کلیمو یہ دس رُپے کی چاٹ لے آؤ۔" بھائی جان نے منہ میں پانی لاتے ہوئے کلیمو سے کہا۔

کلیمو کافی عرصے سے ہمارے گھر میں کام کرتا تھا۔

اس بے چارے کے سارے پرزے ٹھیک تھے۔ مگر کان کے پرزے کچھ ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اس لیے کبھی کبھار تو وہ ایسا اُلٹا کام کر دیتا کہ ایک مسخرہ لگنے لگتا۔

بھائی جان نے دس کا نوٹ تھمایا اور کلیمو اپنی بائیسکل پر چڑھ دوڑے۔ اس کی بائیسکل بھی کیا تھی۔ بس ایک عجیب و غریب مشین تھی۔ ستار، ہارمونیم اور ڈھولک کی عمدہ سُریں بغیر پیسے دیے سُنی جا سکتی تھیں۔

کافی وقت گزر گیا۔ ہمارے منہ میں پانی آ آ کر اب تو اُبلنے لگا تھا کہ اچانک ہمیں کلیمو کے بائیسکل کی سُریں سنائی دیں۔ شاید وہ ابھی گلی کا موڑ مڑا تھا۔ پھر یہ آوازیں آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئیں اور پھر اتنی تیز ہو گئیں کہ ہمارے کان پھٹنے لگے۔ سب گھر والوں کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ کہ ابھی کلیمو آئے گا اور مزے دار چٹ پٹی چاٹ ہم کھائیں گے۔ حتیٰ کہ ہم نے اپنے ہاتھوں میں چمچے بھی پہلے ہی سے تھام لیے تھے۔ اتنے میں اچانک وہ تمام سنگیت تھم گیا۔ اور پھر کسی نے دروازے پر زور سے لات ماری تو وہ چوپٹ کھل گیا۔ کلیمو صاحب چارٹوں کا بڑا سا بنڈل اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے۔ چہرہ پسینے سے شرابور اور تھکاوٹ اُن کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی بڑے بے تکلف ہو کر بولے، "بھائی جان بھی ایسی چیز منگواتے ہیں جو کسی دکان پر نہیں ملتی۔ شہر کی ساری دکانیں دیکھ لیں پھر کہیں جا کر یہ چارٹ ملے ہیں۔"

انتظار کی وجہ سے غصّہ پہلے ہی ہمیں بہت تھا۔ اور پھر کلیمو کی اس حرکت پر غصّہ کی کوئی حد نہ رہی۔ کلیمو صاحب کی شامت آ گئی اور پھر رات گئے تک اِن پر کبھی کسی کونے سے اور کبھی کسی سمت سے جھڑکیوں کی پھوار برستی رہی۔

فورٹ منرو

سلیمان راہی، ڈیرہ غازی خان

پاکستان میں کیا نہیں ہے؟ آسمانوں کو چھوتے پہاڑ، گھنے جنگل ہیں، گنگناتی ندیاں ہیں، گرجتے اور دھمکتے آبشار ہیں، پھولوں کی ندیا جیسی حسین وادیاں ہیں، لہلہاتے کھیت ہیں، بڑے بڑے دریا ہیں، لق و دق صحرا ہیں غرض قدرت نے اس ملک کو سب کچھ عطا کر رکھا ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر محنت کش اور محبِ وطن عوام ہیں جو اس کی دھرتی سے سونا نکالتے رہتے ہیں۔ میں اور میرا دوست سَرور ایک روز یوں ہی بیٹھے بیٹھے بور ہو رہے تھے سَرور نے مجھ سے کہا کہ کراچی اور لاہور جیسے بڑے شہروں میں جا کر رہ بس جانا ہمارے بس میں نہیں ہے، گھر والے بھی اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہم

کیوں نہ اسی علاقہ میں کچھ ایسا کاروبار کریں جس سے دو مقاصد حاصل ہوں، یعنی سیر کی سیر اور کمائی کی کمائی۔ بہت سوچ بچار کے بعد ہم نے طے کیا کہ ہم بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں گھوم پھر کر لوہے کا پرانا سامان وغیرہ اکٹھا کریں گے۔ گاؤں گاؤں کی سیر بھی ہوگی، اور کمائی کا سامان بھی۔ ہم نے کچھ رقم خرچ کر کے المونیم کے برتن اور سِلے سلائے کپڑے جنھیں عام طور پر لنڈے کا مال کہا جاتا ہے۔ خریدے اللہ کا نام لے کر ضلع فورٹ سینڈیمن، بلوچستان کے مقام فورٹ منزو کی طرف روانہ ہو گیے۔

فورٹ منزو ایک پہاڑی جگہ ہے۔ ہم یہاں ستمبر میں پہنچے اور اسی کو اپنا صدر مقام بنایا۔ بیس رُپے ماہ وار پر ایک دوکان لی اور آس پاس کی پہاڑی بستیوں میں چکر لگانے شروع کر دیے۔ اِس مقصد کے لیے ہم نے گدھے کرائے پر لیے اور پندرہ رُپے ماہوار پر ایک مقامی گائیڈ کی خدمات حاصل کیں۔ یہ بڑا محنتی آدمی تھا راستوں کے علاوہ علاقائی زبان بھی جانتا تھا۔ علاقہ کے صرف پڑھے لکھے لوگ اردو بولتے سمجھتے ہیں۔ چوں کہ یہاں کے ہوٹل بہت مہنگے ہیں اس لیے ہم نے اپنا کھانا خود پکانے کا فیصلہ کیا۔ یہاں انگور، انار اور سیب بہ کثرت ہوتے ہیں اچھا انگور پچاس پیسے سیر اور سیب چھتّر پیسے سیر مل جاتا ہے۔ اپنے قیام کے دوران ہم نے یہ پھل خوب ڈٹ کر کھائے یہاں بادام اور چلغوزے کے باغ بھی ہیں۔

ہم لوگ صبح سویرے ناشتہ کر کے اپنے گائیڈ کے ساتھ روانہ ہو جاتے تھے۔ اور وادیوں میں واقع دیہاتوں میں جا کر پرانا لوہا خریدتے یا پھر اس کے بدلے برتن اور کپڑے دیتے۔ پہاڑی راستے بڑے کٹھن ہوتے تھے ہمارا گائیڈ اِن راہوں پر ہماری رہنمائی کرتا تھا۔ سورج ڈھلنے لگتا تو ہم واپسی کا سفر شروع کر دیتے اور مغرب سے پہلے اپنے ٹھکانے پر لوٹ آتے۔

پہاڑی لوگ بے حد سیدھے سادے ایمان دار، مہمان نواز اور غیرت مند ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر انھوں نے بکرے ذبح کر کے ہماری خاطر مدارت کی حالاں کہ یہ اِن کا اصل سرمایہ ہوتے ہیں۔ اُن کے خلوص کی مہک آج تک یاد ہے۔ یہ لوگ پتھر کو گرم کر کے روٹی پکاتے ہیں۔ زیادہ تر آبادی بلوچوں پر مشتمل ہے کچھ پٹھان بھی آباد ہیں۔ اِن لوگوں کا پیشہ مویشی پالنا ہے۔ یہ لوگ گانے بجانے کے شوقین ہیں، زیادہ تر بانسری بجاتے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر ناچتے بھی ہیں۔ عورتیں پردہ کرتی ہیں۔ اکثریت نمازی ہے گھروں میں صبح کے وقت قرآن ضرور پڑھتے ہیں۔ اِن کی غذا بھیڑ بکری کے دودھ اور نمکین روٹی پر مشتمل ہوتی ہے کہیں کہیں سبزی وغیرہ بھی اُگاتے ہیں۔ ہم نے بعض جگہ ٹنڈے اور پیٹھے کا سالن بھی کھایا ہے۔ ایک دعوت میں ہماری مدارت میٹھے کے حلوے اور روٹی

سے کی گئی۔ ایک دن ہم بہت دُور نکل گئے واپسی کے لیے وقت تنگ تھا اس لیے گل محمد بلوچ نامی ایک شخص نے ہمیں اپنے ہاں بطور مہمان روک لیا۔ اُس نے اپنا ایک بکرا ذبح کر کے ہماری خاطر کی۔ ہم نے روانگی کے وقت اس کے بچوں کو پیسے دینے کی کوشش کی تو وہ سخت ناراض ہوا۔ آخر کار ہم نے اُس کے بچوں اور اس کو بڑی مشکل سے لنڈا کے کچھ کپڑے دیے، وہ انہیں بھی لینے کے لیے تیار نہ تھا۔

اس علاقہ میں علاج معالجے کی کوئی سہولت نہیں ہے ہم اپنے ساتھ چند یونانی دوائیں لے گئے تھے۔ جہاں ضرورت ہوتی انہیں دیتے۔ اگرچہ یہ معمولی شکایات کے لیے تھیں پھر بھی وہ لوگ ہمیں معالج سمجھنے لگے تھے اور اکثر تو یہ کہتے تھے کہ تم لوگ یہیں اپنا دواخانہ کھول لو۔ میرے ساتھی اپنے ساتھ لاہور کے ایک دواخانے کی حبُوب بخار بھی لائے تھے۔ اُن کے استعمال سے اِن لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔ اس علاقہ میں اُن دنوں ملیریا کا بڑا زور تھا۔

اس علاقہ میں جڑی بوٹیاں بھری پڑی ہیں۔ مقامی لوگ انہیں استعمال بھی کرتے ہیں۔ لیکن اکثر بوٹیوں کے استعمال سے وہ ناواقف ہیں۔ اس علاقے میں ہم نے اکثر مقامات پر پیا بانسا بوٹی بہ کثرت دیکھی مقامی لوگ اس بوٹی کو کھانسی اور خون صاف کرنے کے لیے اُبال کر پیتے ہیں۔ ایک اور بوٹی بھی ہوتی ہے جسے یہ لوگ تپ بوٹی کہتے ہیں۔ یہ خاردار ہوتی ہے اور اس کے پتے باریک اور نوکیلے ہوتے ہیں اس کا قد ایک فٹ اور ذائقہ بے حد کڑوا ہوتا ہے مقامی لوگ ملیریا کا علاج اس کے جوشاندے سے کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہاں کئی قسم کے قیمتی پتھر بھی ملتے ہیں۔ ہم نے اکثر لوگوں کو پہاڑوں سے ایسے پتھر نکالتے دیکھا ہے۔ یقین ہے کہ اس علاقے میں تانبا اور دیگر معدنیات بھی ضرور ہوں گی۔

اس علاقے میں پہاڑی چشمے بہ کثرت ہیں۔ ان کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے۔ مقامی آبادی بکثرت سوکھے میوے کھاتی ہے۔ صاف ہوا، پانی اور سادہ، صحت بخش غذاؤں کے استعمال سے ان کی صحت بہت اچھی رہتی ہے۔ یہاں کے بوڑھے بھی شہری علاقوں کے جوانوں سے زیادہ صحت مند اور قوی ہوتے ہیں۔ ہم نے ایک سو، پچاس سال کے بوڑھوں کو بھی بہترین صحت و توانائی کا مالک پایا۔ یہ لوگ مُسلح رہتے ہیں اور برائیوں سے دُور سیدھی سادی زندگی بسر کرتے ہیں۔

قدرت نے اس علاقے کو بڑی خوب صورت وادیاں عطا کی ہیں جن میں قسم قسم کے پرندے اپنی بولیاں بولتے رہتے ہیں میں اور میرے دوست نے اکثر پرندوں کی بولیاں ٹیپ کر لیں۔ ہمارے ساتھ کیمرہ بھی تھا۔ ہم بہت سی فلمیں بھی اپنے ساتھ لائے ہیں۔

ایک ماہ کے قیام کے دوران ہم نے تقریباً تین سو مَن پرانا لوہا جمع کر لیا اور ٹرک پر لدوا کر گھر لوٹ

آئے۔ یہ کام کافی نفع بخش ثابت ہوا۔ اگر برف باری کی آمد آمد نہ ہوتی تو ہم اور ٹھہرتے ہم اپنے ساتھ ایک اور قیمتی شے بھی لائے ہیں اور وہ ہے قابلِ رشک صحت، جی ہاں تمام چیزوں سے قیمتی شے۔

موٹا بادشاہ

لُبنیٰ ثروت، کراچی

بہت زمانہ گزرا ایک بادشاہ تھا۔ یہ بادشاہ بہت موٹا تھا اتنا موٹا کہ اس کا چلنا پھرنا دُوبھر تھا۔ وہ دن بھر پڑا رہتا خوب کھاتا اور خوب موٹا ہوتا۔ بادشاہ کو اپنا یہ مٹاپا بالکل پسند نہ تھا وہ بہت علاج علاج کرواتا کہ کسی طرح اس کا موٹاپا کم ہو جائے۔ اُس نے بہت سے معالجوں سے علاج کروایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، بادشاہ موٹا ہی ہوتا چلا گیا۔

اُسی شہر میں ایک حکیم رہتا تھا، اُس حکیم نے بادشاہ کو کہلوایا کہ میں آپ کا علاج کروں گا۔ بادشاہ نے حکیم کو بُلوایا اور کہا کہ اگر تم ہمارا علاج کر دو تو ہم تمہیں دولت سے مالا مال کر دیں گے۔ حکیم نے کہا، "بادشاہ سلامت میں نجومی بھی ہوں پہلے نجُوم کے ذریعہ سے پتا چلاؤں گا کہ آپ کی بیماری کس قِسم کی ہے۔" اس کے بعد حکیم چلا گیا دوسرے دن حکیم آیا اور بڑے ہی افسوس کے ساتھ کہنے لگا، "بادشاہ سلامت علاج سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو گا، مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کے دن پوُرے ہو چکے ہیں۔ آپ بس تیس دن اور زندہ رہیں گے، اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ ہو تو آپ مجھے تیس دن تک قید کر لیجیے اگر میری بات جھوٹ نکلے تو آپ مجھے قتل کرا دیں۔

اُس کی بات سُن کر بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ اس کی زندگی کے دن پوُرے ہو چکے ہیں۔ بادشاہ نے حکیم کو تو جیل بھجوا دیا اور خود فکر میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ سوتے میں بھی موت کا خیال آجاتا تو بے چین ہو کر اُٹھ بیٹھتا۔

جیسے جیسے دن گزرتے گئے بادشاہ کا غم زیادہ ہوتا گیا۔ اٹھائیسویں دن بادشاہ نے حکیم کو بلوایا اور کہا، "اگر میں نہ مرا تو تمہاری گردن اُڑا دی جائے گی۔"

حکیم ہنس کر بولا، "اللہ آپ کو زندہ رکھے یہ تو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کی موت کب آئے گی، میں نے تو یہ بات جس لیے کہی تھی وہ پوُری ہو گئی۔ موت کے غم نے آپ کو گھُلا کر دُبلا کر دیا۔ یہی آپ کا علاج تھا۔" بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ اور اُس نے اُس کو خوب انعام دیا۔

صحیح جوابات
معلوماتِ عامّہ ۱۳۸

اکتوبر ۱۹۷۷ء کے ہمدرد نونہال میں معلوماتِ عامہ ۱۳۸ کے جو سوالات شائع کیے گئے تھے اُن کے صحیح جوابات یہ ہیں:

۱۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی شادی برّصغیر کے مشہور مسلمان بادشاہ غیاث الدین بلبن کی لڑکی سے ہوئی تھی۔

۲۔ ضلع ساہیوال میں پانچ ہزار سال پُرانا شہر دریافت ہوا تھا اُس کا نام ہڑپہ ہے۔

۳۔ پاکستان میں قائداعظمؒ کی سب سے پہلی سوانح عُمری انگریزی زبان میں ہیکڑ بولائیتھو نے لکھی تھی۔

۴۔ پشتو زبان کے مشہور شاعر رحمٰن بابا پشاور کے گاؤں "بہادر کلی" میں پیدا ہوئے اور پشاور کے قصبے "ہزار خانی" میں دفن ہوئے۔

۵۔ ٹرانس فارمر دو قسموں کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کم دباؤ کو زیادہ دباؤ میں تبدیل کرتے ہیں اس کو "اسٹیپ اَپ ٹرانس فارمر" کہا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو زیادہ دباؤ کو کم دباؤ میں تبدیل کرتے ہیں اِس کو "اسٹیپ ڈاؤن ٹرانس فارمر" کہا جاتا ہے۔

۶۔ مشہور شہر گلاس گو برطانیہ میں واقع ہے۔

۷۔ شیر پیما (LACTOMETER) نامی آلہ دُودھ کی کثافت معلوم کرنے کے لیے کام آتا ہے۔

۸۔ روزنامہ ڈان انگریزی کا پہلا اِداریہ شہیدِ ملّت لیاقت علی خان نے تحریر کیا تھا۔

۹۔ فوجی اِصطلاح میں آگزیلری فورس اِمدادی فوج کو کہتے ہیں اور اِنفنٹری فورس پیدل فوج کو کہتے ہیں۔

۱۰۔ یہ مشہور شعر علامہ اقبال کا ہے۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں اِیماں کی حرارت والوں نے
مَن اپنا پُرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

معلومات عامہ کے جوابات بھیجنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ جس کاغذ پر جوابات ارسال کریں اس پر اپنا پتا ضرور لکھیں۔ آئندہ سے جو نونہال اپنا مکمل پتا نہیں لکھیں گے ان کی تصویر شائع نہیں کی جا سکے گی۔

کراچی

محمد سرفراز عالم جوہر
حسین عزیز
محمد عامر علی انصاری
محمد ناصر اقبال صدیقی
واجد غفور
رشک ارم سلیمی
شارق محمود
مسہ نور سعدیہ حنا
فردوس مرزا
ناہید مرزا
اسلم بیگ
محمد عارف عباس
غزالہ حنیف
آنسہ زاہدہ سلیمان
محمد عرفان عرفی
انیس کنول کرن
عابدہ سلطان لکی
سید کمال نفیس نقوی
کاشف ریاض
اعجاز عباس
سید مراد حامد کاظمی
غلام حسین شریف
ناصر جمال واسطی
کوثر پروین واسطی
ندیم واسطی
محمد ذکاء اللہ فیروز
پروین حنیف
عبدالحامد قریشی
فوزیہ قریشی
جیلانی یوسف حجازی
محمد منیر یعقوب

سکھر

سیدہ عروج اختر زیدی
عرفان انجم فردوسی
سید منظر حسین جارچوی
اظہر عابد
شیخ ارشد الٰہی
وسیع الرحمٰن خاں یوسف زئی
محمد اصغر منہاس
امین الدین
کوثر علی خاں
اطہر علی خاں
افتخار احمد برنی
ذی شان الٰہی
مظہر ربانی
منور خاں بلوچ

حیدرآباد

عبدالحفیظ خاں
حبیب اللہ شاہین
شفاعت حمایت
سید انور علی
نور احمد شیخ
زہرہ علیم شاہین
مہتاب احمد شاہین

لاہور

شباب رانی
رفعت انجم ممتاز
سلطان راہی
سلطان احمد (میرپور خاص)

گوٹھ ڈینگارو — عبدالحیٔ البس دل
شہدادپور — قمر عالم قریشی
نوشہرہ ورکاں — محمد علی خاں
اعجاز احمد نیر
امتیاز احمد نوید

صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصویریں

تنویر احمد، سکھر

کریم النسا انجم، میرپور خاص

سید محسن رضا، نیو کراچی

بشریٰ عثمان علی، کراچی

شائستہ حیات، حیدرآباد

بے بی یاسمین نازی، ملتان

توقیر احمد، سکھر

سید امیر الحسن جمیل، کراچی

محمد عبداللہ خاں، میرپور خاص

محمد کلیم، کراچی

انتخاب عالم، کراچی

عبدالخالق خاں، میرپور خاص

شاہد حنیف، کراچی

سید مبین الحسن، کراچی

سید جعفر عسکری زیدی، کراچی

راشد النبی، سکھر

محمد طارق جمال، کراچی

آفتاب اقبال، سکھر

ادریس آدم غازی، کراچی

صلاح الدین نارزن، کراچی

اشرف حسین خواجہ، سکھر

پرنس رحمت اللہ، حیدرآباد

شعیب زاہد (بہادر)، کراچی

محمد طاہر، سکھر

سید حسنین عسکری، کراچی

عبدالملک قریشی، کراچی

محمد بخش رستم، سکھر

محمد اکرم قدیر، کراچی

ملک آفتاب احمد، کراچی

شعیب اعجاز عطسی، کراچی

احمد ادھنال، کراچی

رضوی صلاح الدین، کراچی

محمد آصف آرائیں، سکھر

عبدالوحید کٹر، سکھر

سید عارف مہدی، سکھر

مرزا جاوید بیگ، سکھر

محمد افضل انجم، کراچی

سید موسیٰ رضا، کراچی

عبدالقادر خان، میرپورخاص

ناصر لفیس، کراچی

منیر احمد بالے، کراچی

احمد صادق شیخ، حیدرآباد

محمد اقبال غوری، نواب شاہ

شیخ دلشاد، سکھر

شہزادہ ظہور احمد، حیدرآباد

سید شہزاد علی، سکھر

سید ضیاء الحق، سکھر

محمد یوسف حاجی لطیف، کراچی

عبدالوحید اعوان، سکھر

شاہد اقبال، کراچی

منوہر چارن، کھپرو

قدیر احمد، سکھر

محمد اقبال حاجی لطیف، کراچی

شہباز احمد، نوشہرہ درکان

سید سجاد علی، سکھر

معراج الدین ناز، کراچی

مزمل، سکھر

محمد رفیق احمد، کراچی

محمد انور، کراچی

محمد عرفان عرشی، کراچی

محمد منیر وقار، کراچی

محمد سرور وقار، کراچی

سید نعمان حسن، کراچی

گل انور، کراچی

جاوید احمد خاں، کراچی

ایک غلط جواب بھیجنے والوں کے نام

محمد اقبال خاں
سید انیس الحسن زیدی
سید ناہید عرفان
احسان کریم جسکانی
فرحان انصاری
سید شمشاد علی
افضل عارف
شاہد حسین
ساجد حسین
محمد ارشد
سید جمال اختر نقوی
سید ذی شان عسکری
محمد جمشید
سید حیدر علی
امتیاز عسکری
راجہ شاہد رزاق
عبدالستار لغاری
نفیس حسین
وقار حسن خاں
انوار حسن خاں

ارشد علی بھٹی
سید نجم عباس نقوی
وسیع الرحمٰن خاں
عمر شہاب خاں
عابد کاشف مرزا
مرزا عرفان
بلقیس بانو
اکرام عباس
جاوید اقبال مرزا
آسیہ بیگم
سید ممتاز حسین
عزرا بانو
سلیمہ شاہین ترک
کامران ضیا ترک
سیّد علی جوہر نقوی
سید علی گوہر نقوی
ریشماں بیگم
سید اقبال حامد کاظمی
محمد زاہد اقبال ملک
محمد طارق محبوب

محمد عثمان بلو
کامران بیگ
امبر خانم
عبدالمالک خاں
کاشف حسین
سعدیہ عثمان علی
محمد فاروق سہیل
محمد روف اقبال
منہاز فاطمہ
عرفان الحق فاروق
محمد رفیق
محمد حنیف
راحیل مصطفٰے
محمد اویس خاں شاداب

سکھر

محمد ادریس میمن

نوشہرہ

محمد الطاف الرحمٰن

حیدرآباد

سید طارق حسین

مرزا التصور عالم
علی اختر وصی الدین
عقیل احمد
ارشد عتیق احمد صدیقی
تحریم الحق عاطف

رحیم یار خاں

ملک عبدالجبار نجمی

کھیوڑہ

منوہر چارن

اسلام آباد

ساجدہ عزیز
اسلم منہاس
محمود عالم

کوئٹہ

سلطان خاں
وسیم گل
عثمان خاں

آزاد کشمیر

فہیم گل
ساجد ابراہیم

بزمِ نونہال

میں نو سال سے آپ کا رسالہ پڑھ رہا ہوں اور تقریباً سات سال کی فائل میرے پاس ہے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اِن سات سالوں میں موجودہ اقبال نمبر سے اچھا کوئی شمارہ چھپا ہو۔ میری طرف سے دلی مبارک باد قبول کریں۔ (سید اسامہ اختر، کراچی)

نونہال عرصہ دراز سے زیرِ مطالعہ ہے۔ اس کا ہر لفظ گہرے معنیٰ رکھتا ہے۔ دل کش ٹائٹل، معلومات سے پُر کہانیاں، مضامین، خوب صورت لطیفے، نصیحت آموز "جاگو جگاؤ"، معلومات کا مفید سلسلہ، نونہال ادیب جیسا عظیم سلسلہ اور بہترین تحفہ خیال کے پھول جیسی خوبیوں اور خصوصیات کا حامل صرف نونہال ہے۔ اس دفعہ مختشر صاحب کی نظم "مچھر"، مہم جو لڑکا، کسان کا عقل مند بیٹا، بجلی کی کہانی، شہیدِ ملت، قدرتی گیس کی کہانی، کاغذ، کامیابی کا راز اور ایک منٹ کی قیمت، بہترین تھے۔ حلقۂ دوستی کو برقرار رکھنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ فوٹو بھی چھاپنا چاہیے۔ (محمد سعید الدین، بوریوالہ)

"جاگو جگاؤ" پڑھ کر نصیحت ہوئی۔ وائرلیس کا موجد معلوماتی مضمون تھا، شایع کرنے کا شکریہ۔ میری رائے میں حلقۂ دوستی کو ختم کر دیا جائے۔

(محمد انیس احمد، رحیم یار خاں)

ستمبر کا نونہال بہت پسند آیا۔ لطیفے اچھے نہ تھے۔ آخری خواہش اور پیار کی پیاس بہت خوب صورت کہانیاں تھیں۔ (عبدالقدوس ہاشمی، اسکندر آباد)

نونہال ادیب میں نمبر کا المیہ اور رمضان المبارک بہت اچھے تھے۔ (عارف خلیل ادیل، گجرات)

نونہال بہت خوب صورت تھا۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ میں جب بھی کوئی چیز نونہال کی زینت بنانے کے لیے بھیجتا ہوں وہ ردّی کی ٹوکری کی نذر ہو جاتی ہے۔ یہ کیسا انصاف ہے۔

(آفتاب احمد عادل، نواب شاہ)

اچھی اور معیاری چیز ردّی کی ٹوکری کا منہ نہیں دیکھتی۔

■ نونہال بچّوں کے رسالوں کا بادشاہ ہے، ذرا یہ بتائیے پہلا نونہال کس مہینے اور سن میں شایع ہوا تھا؟
(عنایت علی بھٹو، ڈیرہ اسماعیل خاں)

پہلا نونہال جولائی ۱۹۵۳ء میں شایع ہوا تھا۔

■ اکتوبر کا شمارہ بہت خوب صورت تھا۔ حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ بہت پسند آیا۔ ہم حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔
(تاج محمد بلوچ۔ کراچی)

■ حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ مشعل راہ ہے۔ (ریحانہ یونس، میرپورخاص)

■ اکتوبر کا نونہال پسند آیا خاص طور جاگو جگاؤ اور سچی کہانی۔ (راحت الٰہی، لاہور)

■ نونہال ہمیشہ کی طرح شان دار تھا عقل مند قاضی نقل شدہ تھی، مہم جولڑکا کہانی کے کرداروں کے نام اسلامی رکھیں، نونہال کے پڑھنے والے ایک انجمنِ نونہال بنائیں جو اپنے غریب بہن بھائیوں کی مدد کرے
(رحمت بانو، کراچی)

■ اکتوبر کا سرورق کچھ زیادہ پسند نہ آیا۔ "جاگو جگاؤ" نے موڈ بحال کر دیا۔ میں حلقہ دوستی کو بند کرنے کی تائید میں ہوں۔ (محمد زاہد اقبال، کراچی)

■ اکتوبر کا ٹائٹل بہت پسند آیا۔ جاگو جگاؤ، سچی کہانی، طاقت کا استعمال بہت پسند آئے معلومات عامہ کے درست جواب بھیجنے والوں میں سے تین کے نام قرعہ اندازی کے ذریعہ سے چن کر ان کے انٹرویو باری باری سے شایع کیے جائیں۔ ہر مہینے بچّوں کے لیے دو مفید کتابوں پر تبصرہ بھی شایع کیجیے۔
(الطاف علی محمد علی، حیدرآباد)

■ خطرناک جنگل کی پہلی قسط پسند نہ آئی۔ نونہال ادیب کے تمام مضامین بہت اچھے تھے، سلور جوبلی نمبر کب شایع ہوگا۔ (محمد ارشد، کراچی)

انتظار کیجیے

■ اکتوبر کا ٹائٹل بے حد پسند آیا۔ کہانیاں بے حد دل چسپ تھیں۔ عربی سکھانے کا سلسلہ جلد شروع کیجیے
(کھتری محمد علی شاہین، حیدرآباد)

■ اکتوبر کا نونہال بہت پسند آیا۔ سرورق پر کسی مشہور شخصیت کی تصویر بنائیں (اظفر قیوم خاں غوری، کراچی)

نومبر کے سرورق کے بارے میں کیا خیال ہے!

■ اکتوبر کا نونہال ملا۔ بہت ہی پسند آیا۔ خاص طور پر جاگو جگاؤ کا سلسلہ بہت اچھا ہے۔ سرورق کا تو کوئی جواب نہیں۔ جاگو جگاؤ نامی کتاب کیسے منگوائیں۔
(فاروق انجم ساجی، ملک وال)

ہمدرد اکیڈمی ناظم آباد، کراچی ۱۸ کے نام دو روپے کا منی آرڈر کر دیجیے آپ کو معمولی ڈاک کے ذریعے سے کتاب بھیج دی جائے گی۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ آپ اسے رجسٹری کے ذریعے سے منگوائیں اس کے لیے آپ کو مزید ایک روپیہ بھیجنا ہوگا، یعنی کل ۳ روپے

■ شہاب ثاقب اور بجلی کی کہانی جیسے مضامین کا سلسلہ جاری رکھیے۔ اکتوبر میں علامہ اقبال کی برسی پر آپ نے کوئی مضامین شایع نہیں کیا۔ (راشد ہاشمی، کراچی)

علامہ کی سال گرہ نومبر میں تھی، برسی اپریل میں ہوتی ہے۔

■ خطرناک جنگل اور جاگو جگاؤ بہت اچھے تھے۔ آپ ہمارے خط کیوں شایع نہیں کرتے۔؟
(محمد اکمل مجید، مظفر گڑھ)

یہ آپ سے مجھ کا خط ہے۔

■ جاگو جگاؤ بہت اچھا تھا۔ کسان کا عقل مند بیٹا اور دوسرے مضمون بہت پسند آئے۔ آپ جاسوسی کہانیاں کیوں شایع نہیں کرتے۔ (محمد سلیم پٹیل، کراچی)

■ اکتوبر کا نونہال پڑھ کر دل پھڑک گیا۔ آپ صحت کے موضوع پر بہت کم مضامین چھاپتے ہیں۔
(محمد سلیم شہزاد، شیخو پورہ)

■ اکتوبر کے نونہال کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ ہر ماہ اسی طرح اچھے اچھے مضامین چھاپتے رہیے۔
(فوزیہ، کراچی)

■ ستمبر کا نونہال پڑھا دل خوش ہو گیا۔ مچھلی کا بیٹا، خزانہ جس کا راز نہ کھل سکا اور سچی عید، بہت اچھے تھے۔ (محمد اسحاق عامر، لیبنی)

حلقۂ دوستی ختم کر دیجیے۔ عربی درس کا سلسلہ شروع کرنا مناسب ہے۔ (نذیر احمد مہر، شکارپور)

■ ستمبر کے نونہال میں جاگو جگاؤ، میرے بیٹے کے سوا اور آخری خواہش بے حد پسند آئی۔
(وقار حسن، کراچی)

■ ناقابل اشاعت مضامین چھاپنے کا سلسلہ شروع کیجیے۔ (محمد اکرم، محمد اسلم غزلانی، شہر جتوئی)

نونہال ادیب میں کراچی تاریخ کے آئینے میں، معلوماتی مضمون تھا۔ شاہ نو کے کارنامے جیسی کہانیاں بے کار ہوتی ہیں۔ (ظفر حسن خاں، کراچی)

■ نونہال دن بہ دن ترقی کر رہا ہے۔ کیا میں ارشادات نبوی سلسلہ وار اشاعت کے لیے بھیج سکتا ہوں؟ (غلام مرتضےٰ تبسم، قصور)

کسی بھی نونہال کے مضامین سلسلہ وار چھاپنا مناسب نہیں ہوتا۔ دوسروں کو بھی موقع دینا ہوتا ہے۔

■ میں نونہال کا مستقل خریدار بن گیا ہوں۔ یہ سب سے اچھا رسالہ ہے۔ ستمبر میں مضمون آخری خواہش بہت پسند آیا۔ لطیفے گھسے پٹے تھے۔ آپ زیادہ تر تعریفی خط چھاپتے ہیں تنقیدی کم۔
(سہیل اختر، کراچی)

ہم تنقیدی خط بھی چھاپتے ہیں لیکن اگر تعریفی خطوط کی تعداد ہی زیادہ ہو تو کیا کریں بزم نونہال مختصر کر دیں؟

■ نونہال کو اب ہر ماہ خوب سے خوب تر پا رہا ہوں اس کی مکمل تعریف چند جملوں میں نہیں کی جا سکتی۔
(پیر ابراہیم، شکارپور)

■ جب تک نونہال کے لذیذ کھٹے میٹھے مضامین نہ کھالوں میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔
(نزہت آرا، کراچی)

■ معلومات عامہ کا سلسلہ بہت مشکل ہے آسان سوالات دیجیے۔ (شمشاد علی، گڈو بیراج)

ہر انسان آسان سے مشکل کی طرف بڑھتا ھے ترقی کا راز بھی یہی ھے۔ آپ بھی معلومات کے لیے اپنی جستجو اور تلاش کو بڑھائیے اسی طرح قابلیت بڑھے گی۔

■ حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ ستاروں کی طرح جگمگاتا ہے۔ (سعیدہ تبسم، کراچی)

■ حلقہ دوستی بند نہ کریں۔ نونہال بہت پسند آیا۔ (ایم بشیر آصف، میانہ گوندل)

نونہالوں کی دل چسپی اور خطوط کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اس لیے جن نونہالوں کے خطوط شایع نہیں ہو سکے ان کے صرف نام شایع کیے جا رہے ہیں۔

کراچی سے: اسد سلطان، سلطان ندیم علوی، محمد فاروق میمن، احمد عبداللہ، سلیمان عرب انصاری، ارشد لطیف، مکرم انصاری، سید عامر وقار، محمد ریاض احمد افغانی، عارف اقبال، محبوب الٰہی، خالد مرزا، شیلا رانی، مقصود اظہر صدیقی، سید ارشد علی، زیب النسا علم، شفیق عامر، منصور الحسن مجاہد، اسما ارشد حسین، علی ارشد ہاشمی، سید حشم الحسن نقوی، سید نجم الحسن نقوی، سید امیر الحسن، منیزہ بانو، نعیم الدین، محمد اسلم، بابر زیب شاہ، طٰہٰ اظہر، مقصود احمد فاروقی، روبینہ ناز، سید ارشد علی، مرسلین، نادر علی، عارف الٰہی، مشتاق احمد، فاروق گھانچی، عائشہ روبینہ، نجیب الحسن، نسرین، امزین، نوزین، ناصر اقبال صدیقی، سید جمال ناصر، محمد اسماعیل طیب راہی، احمد ندیم عباسی، محمد اظہر حسین، غلام حسین شریف۔ **حیدر آباد سے:** سید ساجد نقوی، منظور احمد اخوند، شہزادہ ظہور احمد شاہین۔ **پسنی مکران سے:** غفار پرویز، محمد اسلم، محمد حسن ساجد، محمد اسحاق عامر، رحیم بخش جاوید بلوچ، محمد خالد فدائی بلوچ۔ **پیشکان سے:** نصیر احمد شاد بلوچ۔ **جھل مگسی سے:** بنت کمار۔ **رحیم یار خاں سے:** حاجی ذوالفقار علی زاہد، محمد ادریس احمد، ملک عبدالجبار نجمی۔ **سیال کوٹ سے:** محمد جمیل الرحمان طاہر۔ **منڈی سیداں سے:** سید مقدس۔ **ملتان سے:** آلنہ رخت گوہر، محمد ناصر معصوم خاں۔ **ڈیرہ غازی خاں سے:** نسیم اختر۔ **ٹوبہ ٹیک سنگھ سے:** عبدالغفار ناز، الیاس علی۔ **قلعہ سوبھا سنگھ سے:** محمد جاوید اقبال۔ **لاڑکانہ سے:** عبداللہ۔ **شادی پلی سے:** ملک نور عادل۔ **سکھر سے:** رضیہ سلطانہ، صبیحہ سلطانہ، منور سلطانہ۔

حلقۂ دوستی

سکندر خان

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، مطالعہ

پتا: کشمیر منزل طورو روڈ ہوتی مردان

راجہ سہیل

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی، مطالعہ

پتا: ۱۷/۱۲ افغان ہاؤس شکارپور۔

سید ذوالفقار علی

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی۔

پتا: اکتیس فنس روڈ کوہاٹ۔

محمد عارف

عمر: ۱۶ سال — تعلیم میٹرک

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا۔

پتا: ڈرگ کالونی نمبر ۵ کوارٹر نمبر ۶۸۶/۵ کراچی نمبر ۲۵

محمد ظہیر الحسن

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، مطالعہ۔

پتا: ۱۹۴ ایف بلاک نمبر ۶ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس کراچی نمبر ۲۹

سید سجاد ابراہیم

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: انٹر

دل چسپیاں: ٹکٹوں کا تبادلہ کرنا، قلمی دوستی۔

پتا: ۱/۶۱ مسجد روڈ. بہار کالونی کراچی نمبر ۲

آفتاب احمد عزت علی صدیقی

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: فرسٹ ائر

دل چسپیاں: ہاکی کھیلنا۔

پتا: مکان نمبر ۱۰۱ شاہی بازار قصبہ کھوڑا، مگیٹ ضلع خیرپور میرس

عامر خان

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: دہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹوں کا تبادلہ

پتا: مکان نمبر ۲۹/۵۱ مقصود خان اسٹریٹ سیالکوٹ

سید اختر مغل

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی۔

پتا: ۱۲/۴ سی-۱۱ ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

اشوک کمار

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: مطالعہ

پتا: مسٹر گیا بچند وڈا کھا نگر اسٹریٹ شکارپور سندھ

سید محسن آغا باقری

عمر: ۱۳ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: بی ۲۲۵/۱۶ کاشانۂ طیبہ جعفر طیار کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی ملیر سٹی کراچی نمبر ۳۷

سجاد محمد

عمر: ۱۳ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، مطالعہ۔

پتا: اے ۔ ۷ یاسیتا بار بلاک نمبر ۹ فیڈرل بی ایریا کراچی۔

حاجی منیر شاہ

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: اسلامیہ کنفکشنری دکان نمبر ۴۶ لیاقت مارکیٹ ملیر کالونی کراچی نمبر ۳۴

عارف مجید خان راہی

عمر: ۱۰ سال — تعلیم: چہارم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، کرکٹ کھیلنا۔

پتا: کوارٹر نمبر ۷ بلاک ۱۱ ڈی یونٹ نمبر ۱۰ لطیف آباد حیدرآباد سندھ

نایاب الدین

عمر: ۱۱ سال — تعلیم: ششم

دل چسپیاں: مطالعہ۔

پتا: ڈرگ کالونی مکان نمبر ۴۴۔۱/۱ کراچی نمبر ۲۵

سید اعجاز احمد

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: قلمی دوستی کرنا، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: مکان نمبر ۳۵۹ قاسم آباد کراچی نمبر ۱۹

بابر زیب شاہ

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ہاکی کھیلنا، مطالعہ

پتا: ۱۳/۴ بلاک ایچ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

خالد رفعت

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ٹکٹوں کا تبادلہ، مطالعہ۔

پتا: ۱/۱۲ فردوس کالونی کراچی نمبر ۱۸

اقبال وسیم خان

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ٹکٹ اور سکے جمع کرنا۔

پتا: مکان نمبر ۷/۹۱ ہاشم رضا روڈ ماڈل کالونی کراچی نمبر ۲۷

فیاض احمد

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: انٹر

دل چسپیاں: قلمی دوستی، مطالعہ

پتا: معرفت شاہین ٹریڈرز ریل بازار بہاول نگر۔

ایم نثار احمد خان

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: گلزار یونانی دواخانہ حسین آگاہی ملتان

واجد علی انصاری

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: انٹر

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ویو کارڈ، سکے جمع کرنا۔

پتا: بابو مینشن خوجہ جماعت خانے کے پیچھے ٹنڈو ولی محمد حیدر آباد

جاوید سلیم اسمٰعیل

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ششم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، اسکاؤٹنگ۔

پتا: ۳/۶۲۳ حسین آباد فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸

محمد سلیم حنیف

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: انڈر میٹرک

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، مطالعہ کرنا۔

پتا: ۳/۶/۵۱ داودیہ کمپاؤنڈ گارڈن ویسٹ کراچی نمبر ۳

محمد یامین

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: قلمی دوستی۔ مطالعہ۔

پتا: معرفت فیاض پرنٹنگ پریس سلمان شہید بازار بہاولنگر

فرید احمد خان

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: سیاحت، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: مکان نمبر ۸۶۵ وارڈ نمبر ۱۳ کوٹ ادّو ضلع مظفر گڑھ۔

طاہر نصیر قریشی

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا، مطالعہ۔

پتا: سول ہسپتال تلہ گنگ ضلع کیمبل پور۔

سید اظہر حسین شاہ

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: مکان نزدیک پولیس اسٹیشن مسجد مولی بازار (نواب شاہ)

سید اسامہ اختر

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ہاکی کھیلنا، قلمی دوستی کرنا۔

پتا: ۹۰۔ سی بلاک آئی نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳

فراست مرزا

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، کرکٹ کھیلنا

پتا: ۵۳/۱/۹ دستگیر کالونی کراچی نمبر ۳۸

محمد سجاد نصیر

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: دہم

دل چسپیاں: مطالعہ، قلمی دوستی

پتا: نصیر احمد مکان نمبر ۳۶۔ سی۔ ۳ کلفٹن کالونی نزد وحدت کالونی لاہور۔

شہزاد صلاح الدین بابر

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی کرنا۔

پتا: ای۔ ۵۔ بلاک ۷ ۱۳ کوارٹر نمبر ۸ نیو کراچی

عبدالرزاق چشتی

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ششم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا

پتا: معرفت عبدالخالق چشتی نیوز ایجنٹ بہاول نگر

حافظ منظر محسن

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: گلی نمبر ۷ امکان نمبر ۱۷۔ ۳ داتا نگر بادامی باغ۔ لاہور

محمد جاوید

عمر: ۱۵سال تعلیم: دہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، مطالعہ

پتا: مکان نمبر ۶۳/۱۲۱۰ نزد رحمانی منزل نور پورہ ہارون آباد

برکت منصور فیصل

عمر: ۱۰سال تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: معرفت ڈاکٹر محمد عبدالغنی احباب دواخانہ اللہ آباد تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

عبدالقدوس نوید

عمر: ۱۳سال تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی

پتا: مکان نمبر ۱/۲۱۰۔ای اسکندر آباد (داؤد خیل) ضلع میانوالی

پرنس نوید ہاشم

عمر: ۱۲سال تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: جوڈو، مطالعہ

پتا: ۲۴/سی بیت الرئیس رضویہ سوسائٹی کراچی نمبر ۱۸

مسعود الرحمٰن

عمر: ۱۶سال تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی۔

پتا: "۱۰۷۹"۔۱۶۔ فیڈرل "بی" ایریا واٹر پمپ کراچی نمبر ۳۸

فاروق انجم ساجی

عمر: ۱۳سال تعلیم: نہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: محلہ اسلامی مکان نمبر ۱۳/۱۰۸۱ وارڈ نمبر ۳ فضل الٰہی شہید روڈ ملک وال

محمد قاسم مقبول

عمر: ۱۳سال تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: مطالعہ۔

پتا: مکان نمبر ۲/۲۳ نثار کالونی سمن آباد، فیصل آباد

ضیاء مُد

عمر: ۱۶سال تعلیم: انٹر

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی۔

پتا: اسد علی خان مکان نمبر ۱۳۴ کھتری پاڑہ پوسٹ آفس ٹنڈو اللہ یار

ندیم اعجاز نوید

عمر: ۱۲سال تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: کرکٹ، قلمی دوستی

پتا: معرفت انور خان وارڈ نمبر ۳ نزد پوسٹ آفس ماتلی۔ سندھ

محمد ندیم احمد خان

عمر: ۱۲سال تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: جوڈو کراٹے، مطالعہ

پتا: ۸/۱۵۷ ڈرگ روڈ کینٹ بازار کراچی نمبر ۸

امان اللہ لاسی

عمر: ۱۴سال تعلیم: نہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی کرنا، مطالعہ۔

پتا: معرفت محمد حسین زاگر بیلہ شہر ضلع لس بیلہ۔

امتیاز علی صالح محمد

عمر: ۱۲سال تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: سکے اور ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: خوالین عیسیٰ خان خراب خان روڈ بلوچ سیکنڈری اسکول سندھ لانڈھی کراچی

حکیم محمد سعید پبلشر نے زین پیکیجنگ انڈسٹریز، کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد، ناظم آباد، کراچی ۱۸ سے شائع کیا۔

فساد خون سے بچنے کے لئے صافی بہتر ہے

خون میں سرائت کئے ہوئے فاسد مادے پھوڑے، پھنسیوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں کو جنم دیتے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے صافی باقاعدگی کے ساتھ استعمال کیجئے۔ خون کی صفائی اور جلدی بیماریوں سے محفوظ رہنے کا مفید ذریعہ ہے۔

ہمدرد

جب نزلہ، زکام یا فلو کا اثر ہو جائے تو

زیادہ محنت اور تھکاوٹ سے بچئے۔ قبض رفع کیجئے
بھیڑ بھاڑ اور ہجوم سے گریز کیجئے۔ گرد و غبار اور دھوئیں سے دور رہئے اور
بلاتاخیر سعالین استعمال کیجئے۔

سعالین نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا

ہمدرد